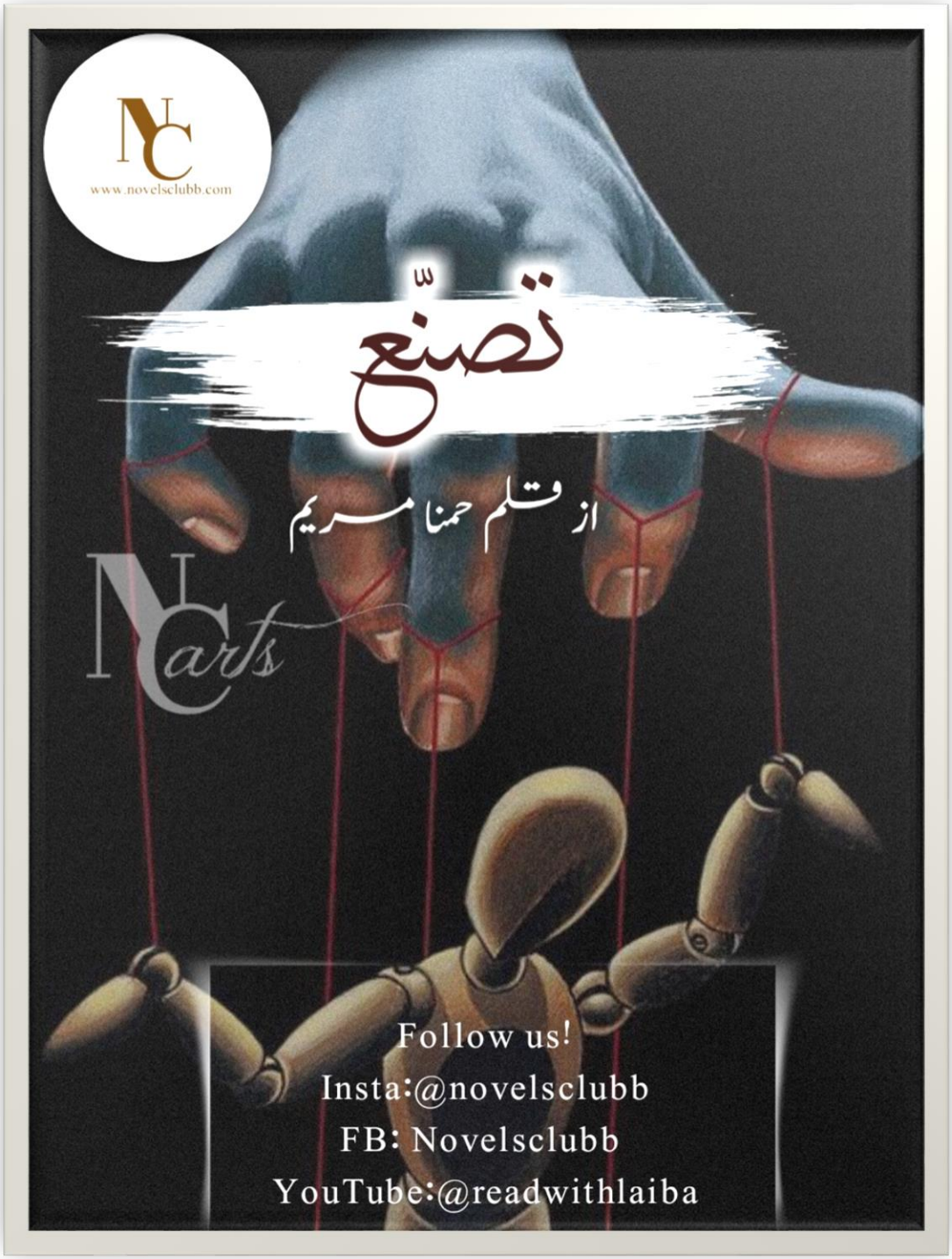
www.novelsclubb.com
تصنّع
از قلم حمنا مریم
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تصنّع

از قلم

حمنا مریم

www.novelsclubb.com

ناول: تصنّع

بقلم: حمنا مریم

قسط نمبر: 05

آسمان کی نیلی چادر پر تاریکی کی دھاک تھی۔ گھڑی کی سوئیاں ایک بجا رہی تھیں۔ رات کے اس لمحے میں بارش کی رِم جِھم کے سُر سنتے، آکاش سے اترتی بوندوں میں بھیگتے، ساون کی جھڑی سے لطف اٹھاتے **طیار ہاؤس** میں آؤ تو ہر سو اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ گھر کا ہر فرد خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔

اس گھر میں کوئی تھا جس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ اسکے کمرے میں نیلگوں روشنی تھی وہ میز پر کہنیاں ٹکائے ہوئے تھا۔ چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں

تھا۔ بھوری آنکھیں سکیڑے، ماتھے پر شکنوں کا جال لیے وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آتا تھا۔

ڈائری اسکے سامنے تھی۔ جلتی موم بتی سے موم پگھل پگھل کر بہہ رہا تھا۔ حالانکہ کمرے میں روشنی تھی مگر موم بتی؟

اسے موم بتیاں پسند تھیں۔ بچپن کا وہ حصہ جب بچے کھلونے اکھٹے کرتے ہیں وہ موم بتیاں خرید کر انہیں جمع کیا کرتا تھا۔

اس نے نظر کُھلے ورق پر جمالی۔ چند لفظ تھے جو موم بتی کی لو میں دکھائی پڑتے تھے مگر سمجھ میں نہیں آتے تھے یا اس نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اسکی آنکھوں میں کچھ پوشیدہ تھا۔

تعجب، خفگی، یا خوف۔ ان میں سے کچھ تو تھا۔

اس نے سرد آہ بھری۔یوں جیسے سکون کی سانس۔مگر سکون نہیں تھا۔وہ مضطرب دکھائی دیتا تھا۔

کوئی خوف تھا جو طاری تھا شاید کچھ کھونے کا۔

کوئی احساس تھا جو حاوی تھا شاید کچھ پانے کا۔

"پانے کی چاہ"اور"کھونے کا خوف"دونوں میں جنگ تھی اور ان میں پسنے والا رستم طیار خان تھا۔اس نے چہرہ اٹھالیا۔

موم بتی کی لو اسکے لکھے لفظ دکھانے سے قاصر تھی مگر اسکی آنکھوں میں نمی اس لو میں واضح تھی۔

www.novelsclubb.com

اب قلم اس کے ہاتھ میں تھا۔وہ ڈائری پر جھکا۔

ورق پر قلم رقص کرنے لگا۔وہ لکھتا جارہا تھا۔

دل کے جملے،دماغ کے اقتباس۔

بارش کی بوندیں کھڑکی کے پٹوں پر گرتی ہوئیں شور پیدا کر رہی تھیں۔وہ جو منہمک سا ادھوری خواہشات کو لفظوں کی لڑی میں پرو رہا تھا اسکی توجہ مبذول ہوئی اس نے سر اٹھایا۔

کھڑکی کے پٹوں پر بہتی بوندوں کو دیکھا تو کوئی منظر واضح ہونے لگا۔وقت کے اس حصے نے اسے خود کی جانب گھسیٹ لیا جس سے وہ فرار چاہتا تھا۔ کبھی کبھار وقت کتنا بے رحم ہو جاتا ہے ناں؟

عصر کا وقت تھا۔اس لمحے **"سیرینا ہوٹل"** میں بیٹھی وہ سیاہ سوٹ والی لڑکی اسکے سامنے تھی۔اپنی بھرپور تمکنت اور مان کے ساتھ۔

www.novelsclubb.com

دونوں وجود خاموش تھے۔ایک پر سکون تھا تو دوسرا متذبذب۔

"لیکن کی اجازت کسی نے دی آپکو۔؟" کہکشاں کے الفاظ اسکی سماعت میں گونج رہے تھے۔دماغ کی شریانیں پھٹنے کو تھیں۔اسکی آنکھوں میں سرخی اتر رہی تھی۔ حالات غیر متوقع تھے اور بات چیت بھی۔

"یہ ایسا کیوں چاہتی ہیں۔؟"اسکی حیرانگی بڑھتی جارہی تھی۔وہ اس پر کوئی حق نہ ہونے کے باوجود حق جتارہی تھی۔کیوں؟اسکے سوالوں کی فہرست دراز ہورہی تھی۔وہ جو اپنے حواسوں میں نہیں تھا اسکی سماعت میں کسی وجود کی دھیمی آواز گھل گئی۔

"اسے کہیں تم سے پیار ویار تو نہیں ہو گیا؟"احسن کی سرگوشی۔تاریک وسنسان خطے میں جیسے روشنی کی کرن ابھری تھی۔رستم کے حواس بحال ہوئے۔اس نے نظریں اٹھائیں سبز آنکھوں میں جھانکا وہ اس پر ہی ٹکی تھیں۔

'' یہ شادی نہیں کر سکتا۔ میں''

www.novelsclubb.com

سبز آنکھوں کے سحر میں آج وہ آنکھوں میں نظریں گاڑ کر باور کرایا۔ اسکی سادہ اور صاف۔ نہیں آیا تھا۔بات دوٹوک تھی۔

برا لگے گا''۔(ہر بار وہ ہی جواب کرارا تھا۔نہ وہ جھجھکا۔نہ یہ سوچا کہ''اسے کیوں دوسروں کا دل رکھے؟)۔

"کیوں؟" وہ اس انداز میں بولی جیسے رستم نے اس سے شادی کا وعدہ کر رکھا ہو اور اب وہ پلٹ رہا ہو۔ رستم متحیر ہوا۔ کیا تھی یہ لڑکی؟

سکتی تھی بھلا؟ اس نے سمجھنے کی سعی کی مگر وہ سمجھ میں نہیں آئی۔ آ

"کیونکہ میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔" اسکا انداز ہنوز ویسا ہی تھا۔ مگر اب کی بار بیزاری اور ناگواری کی مقدار زیادہ تھی۔

کہکشاں نے اسے دیکھا۔ وہ آگے کو ہوئی انکے مابین اب فاصلہ کم تھا۔

"مگر میں یہ شادی کرنا چاہتی ہوں"۔ وہ اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ رستم حیران در حیران تھا۔ اسے اب اس لڑکی کی دماغی حالت پر شک ہو رہا تھا۔

"کیوں؟" وہ بے اختیار سوال کر بیٹھا۔

" شادی کیوں کرتے ہیں۔؟ لوگ"

اسکا سوال غلط تھا۔ یا کہکشاں کے بدلے سوال نے رستم پر عیاں کیا کہ یا تو سوال سے یہ سوال پوچھنا اسکی غلطی تھی۔

اس نے سانس اندر کھینچی۔"عجیب بندی ہیں آپ۔"وہ کوفت زدہ ہو کر بولا۔

"اوہ...(اسکے لب گول ہوئے)"شکریہ۔"وہ ہنوز پُرسکون تھی۔

رستم کو غصہ آنے لگا تھا۔آخر کب تک اسکی زندگی کے فیصلے لوگ کریں گے۔؟ کب تک اس پر لوگوں کی مرضیاں مسلط ہوں گی؟ کب تک وہ دوسروں کی خواہشات کا مان رکھتا رہے گا؟ آخر کب تک؟

رستم نے لب بھینچ لیے۔اسے دیکھتے ہوئے وہ نفی میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔ کہکشاں ہنوز ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی۔

"خدا حافظ۔"

اس نے رستم کو کہتے سنا۔وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ جا رہا تھا۔

"کی آفر میں رد کر چکی ہوں۔ کولیب"

دیکھا۔اسکی بات سب اسکی آواز گونجی۔ہوٹل میں موجود افراد نے اسکی جانب وہ نے سنی ان سب میں رستم بھی تھا۔سب اپنے مشاغل میں مصروف رہے مگر پلٹنے کی ہمت نہ رہی۔ تھم گیا۔اسکے قدموں میں بیڑیاں بندھ گئیں۔وہ رکا۔مگر میں کسی طبلے کی طرح بجنے لگی۔وہ اسکے ہمراہ جا کھڑی ہیل کی ٹک ٹک اسکے کانوں کے تاثرات پتھریلے سر نہیں اٹھایا۔اس ہوئی۔رستم نے اسے نہیں دیکھا۔ تھے۔

"خدا حافظ۔"اسکے الفاظ لوٹائے ہو بہو اُسی کہ انداز میں۔ٹاکرا برابری کا تھا۔ کھلاڑی دونوں ہی مستحکم تھے۔وہ اب اسے جاتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

"کب رد کیا تھا آپ نے؟"بے اختیار اسکی زبان پھسلی۔

"ابھی ابھی۔"کہکشاں نے کہا مگر نہ وہ رکی،نہ پلٹی۔اسکی رفتار میں تیزی تھی۔

"آپ پیپرز سائن کر چکی ہیں۔"رستم نے ہانک لگائی۔اب کی بار وہ بھی رکی۔ مگر پلٹی نہیں۔اب اسکے قدموں میں بھی زنجیریں تھیں۔کیا واقعی؟

نے اسکے اور اپنے مابین فاصلہ ختم کیا۔ رستم

"بھول گئی ہیں آپ؟"وہ یاد دہانی کروا رہا تھا۔کہکشاں نے سیاہ شیڈز سے اسکی سرخ ہوتی رنگت کو دیکھا۔

"کے کے کچھ نہیں بھولتی۔"وہ کھڑکھڑا کر بولی۔

"اسی لیے کہہ رہی ہوں شادی کر لیں۔"اب سیریئل کلر دکھنے والی لڑکی نے بدلا،انداز بدلا اور تاثرات بدلے۔ نہایت معصومیت سے کہا تھا۔اس کا رنگ

اسکے انداز میں کچھ پوشیدہ تھا۔پیامِ محبت؟رستم نے سوچنے کی سعی کی مگر وہ سوچ بھی نہ سکا۔وہ رستم کو نہ بھول جانے کی بات کر رہی تھی؟۔کیا واقعی؟او نہوں۔

رستم نے سر جھٹکا۔

معاملہ اسکی سمجھ سے اوپر کا تھا۔اس کی زبان گنگ ہو گئی۔دل شکنجے میں پھنس گیا۔

"یہ فیصلہ زندگی کا ہے۔"حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔وہ کیا کہہ رہا تھا اسے خود بھی معلوم نہ تھا مقابل کہکشاں تھی شاید اس لیے۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

رستم کو اس سارے معاملے میں پہلی بار اسکی آواز میں تحکم کے علاوہ کسی اور شے کی آمیزش محسوس ہوئی۔شاید درد کی۔

"میں کولیب کی بات کر رہا ہوں۔"وہ موقف سے ہٹ گیا۔

"میں شادی کی بات کر رہی ہوں۔"وہ اپنی بات پر اٹل تھی۔

"آپ کولیب نہیں کریں گی؟"وہ ضبط کھو رہا تھا۔اسے اب غصّہ آ رہا تھا۔وہ کے کے جیسی لڑکی سے اس طرح کی حماقت کی امید نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ شادی نہیں کریں گے۔؟"وہ تڑخ کر بولی۔

رستم جھنجھلایا۔دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے پور سے آبرو مسلا۔

"نہیں"ٹکا سا جواب۔

اب کی بار کہکشاں کی رنگت بدلی تھی وہ اب پہلے سے مختلف تھی۔رستم کی نظریں اس پر ٹکی تھیں۔

"گرگٹ کہیں کی۔"رستم کی بے آواز سرگوشی۔

رستم نے اسے ہینڈ بیگ کھولتے ہوئے دیکھا۔سفید کاغذات اسکے ہاتھ میں تھے۔رستم کی رنگت کی سرخی میں سفیدی ابھری۔وہ متوحش سا اسکے ہاتھوں میں تھامے کاغذات دیکھ رہا تھا۔اسکا اگلا عمل کیا ہوگا وہ سمجھ چکا۔

اُسے درد ہوا۔)(سمجھ بوجھ کی صلاحیت بھی کبھی کبھار اذیت دیتی ہے۔

"آپ...ایسا نہیں۔۔۔ نہیں"

اسکے الفاظ ادھورے رہ گئے۔

چرچر کی آواز۔اور اگلے ہی پل وہ کاغذات کے ٹکڑے ہوا میں اچھال گئ۔رستم کی امید بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔

"تو پھر میں بھی نہیں"۔اس کے بعد وہ رکی نہیں تھی۔

رستم اسے دور جاتے ہوئے محسوس کر سکتا تھا مگر آنکھیں زمین پر بکھرے کاغذ کے ٹکڑوں پر تھیں۔وہ معاہدہ جو تہہ پایا تھا وہ اسے رد کر چکی تھی۔

اس معاہدے کے رد ہونے سے ایک کا کچھ نہیں جانا تھا اور دوسرے کا کچھ نہیں بچنا تھا۔وہ جا چکی تھی اور رستم وہیں کا وہیں تھم گیا۔غروبِ آفتاب سے قبل ہی اسکے لیے شام ہو گئ تھی۔

www.novelsclubb.com

گرجنے کی زوردار آواز گونجی تو منظر بھی تحلیل ہو گیا۔اسکی آنکھیں اب پھر بادل سے بارش کی بوندوں سے الجھ رہی تھیں۔اسے نیلگوں روشنی میں بھی ہر سو تاریکی محسوس ہو رہی تھی۔وقت اور حالات نے اسے بے بس کر دیا تھا یا وہ خود بے بس بنا بیٹھا تھا۔اس نے قلم چھوڑ دیا۔ڈائری بند کر دی۔

"کہیں سے آجاؤ۔میں تمہیں مس کرتا ہوں" وہ ڈائری سینے سے لگا چکا تھا۔اسکے لہجے میں کرب تھا۔کسی کی دوری کا غم ستائے تو جانتے ہو کتنی اذیت ہوتی ہے؟

اسکا سر درد سے پھٹنے لگا یوں جیسے کوئی ہتھوڑے سے ضربیں لگا رہا ہو۔مگر دل کے درد کا کیا؟

جو کسی انہونی کے ڈر سے سکڑ سکڑ کر پھیل رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

کراچی(شیرازی ہاؤس)۔

کراچی میں آج وسیع آسمان پر سنہری دائرہ اپنی چمک سے جگ میں اجالا کر رہا تھا۔ موسم حبس زدہ تھا مگر کوئی تھا جس کی دنیا سے حبس اور گھٹن کوسوں دور تھی۔

دن کے اس پہر سنہری کرنیں کھڑکی سے اسکے کمرے میں جھانک رہیں تھیں۔وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے کچھ گنگنا رہی تھی۔

"تم جو آئے زندگی میں بات بن گئی..." وہ بالوں کو چٹیا میں گوندھنے لگی۔اسکی آواز سریلی تھی۔رنگت میں گلابی پن تھا۔سرمئی آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی ۔اب وہ جہاں چٹیا ختم ہوتی تھی وہاں ربڑ بینڈ باندھ رہی تھی۔

اس نے آئینے میں دیکھا۔

"میں نے تمھیں بہت مس کیا۔" وہ مسکرائی۔وہ الفاظ جنہوں نے چند دن قبل اسے اذیت دی تھی اب تسکین بخش رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

سب قلب کی کیفیت پر مبنی ہوتا ہے الفاظ اچھے یا برے نہیں ہوتے۔ قلب مطمعن تو تلخیاں سر آنکھوں پر، قلب سر گرداں تو شہد لہجے رد۔

بات وہی تھی الفاظ بھی وہی تھے۔اب دل پر برچھی نہیں لگی تھی اب اس سے خون نہیں رسا تھا۔اب قلب کی بنجر سرزمین پر جیسے سبز کونپلیں ابھر آئی تھیں۔

سنگھار میز پر دوسری لڑکیوں کی طرح میک اپ کا سامان نہیں تھا۔

ایک دو کیچر۔عطر کی شیشیاں اور کاجل۔

اس نے کاجل اٹھایا۔اسکی رنگت گندمی تھی مگر وہ پرکشش لگتی تھی۔

سرمئی آنکھوں میں کاجل کی دھاریں۔وہ جاذب نظر تھی۔پرکشش اور منفرد۔

وہ چند قدم پیچھے کو ہوئی۔یوں کہ آئینے میں اب اسکا مکمل عکس دکھائی دیتا تھا۔

ہلکے آسمانی رنگ کی قمیص جس کے گھیرے پر سیاہ کڑھائی تھی اور ان میں چمکتے شیشے۔ بازوؤں کے کناروں پر بھی شیشے جگمگا رہے تھے۔ سیاہ کھلے پائنچوں والا پاجامہ

۔

وہ پلٹی۔ بیڈ کی پائنتی پر پڑا ڈوپٹہ اٹھایا۔ شانے پر سیاہ ریشمی ڈوپٹہ لٹکایا۔

تخیل میں کوئی تھا جو اسکے ہمراہ کھڑا تھا۔ وہ شخص، وہ جس کے شانوں تک آتی تھی۔

تم ٹھیک سمجھے۔ ہاں وہی بھوری آنکھوں والا۔

لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ وہ کتنی مکمل تھی۔

"خیالوں میں آکر ستاتے ہو... اب حساب ہو گا۔" بائیں جانب دیکھ کر وہ بڑبڑائی۔

دوبارہ آئینے میں دیکھا تو اسکا عکس غائب تھا وہ عکس جس میں وہ سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا، وہی شلوار قمیص جس میں اسکی تصویر احسن نے اتاری تھی اور لاک

سکرین پر لگا رکھی تھی۔اس نے اسے اس سوٹ میں سینکڑوں دفعہ تصویر میں دیکھا تھا۔

"اب حقیقت میں ملیں گے.... خیالی دنیا اب نہیں۔" وہ اُس حقیقت سے خوف کھانے والی جس میں اُسکا عکس کھو جاتا تھا آج حقیقت میں خوش تھی۔

محبت مل جانے کی خوشی۔

انتظار ختم ہونے کا شکرانہ۔

چاہے جانے کا احساس۔

www.novelsclubb.com

سب اسکی خواہشات تھیں۔سب پوری ہونے کو تھیں۔

کیا واقعی؟؟

دبئ۔

متحدہ عرب امارات کے مشہور شہر **"دبئ"** کا رخ کرتے ہیں۔ خلیج فارس کے ساحل پر واقع یہ شہر متحدہ عرب امارات کے سات امارات میں سے ایک ہے۔ رات کا پہر، جہاں تاریکی سارے میں پھیلی ہوئی تھی وہیں دبئ کے ساحل پر ،سمندر کی نیلی سطح سے تھوڑا بلند، **"برج العرب"** ہوٹل آسمان سے گویا تھا۔ یہ عمارت اس قدر بلند و منفرد ہے کہ ہر دیکھنے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔اس عمارت کی ساخت ایک شاندار بینا کولر ٹاور کی شکل ہے جو نہ صرف اسکی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے بلکہ یہ دبئ کے امتیازی نشان کی صلاحیت رکھتی ہے۔اس کے دو بلند برج رات کے اس پہر روشنیوں کے حصار میں جھلملا رہے تھے۔ شیشے کی یہ

عمارت صبح کی روشنی میں جہاں نیلی رنگت کی جھلک دیتی ہے اس پل وہ روشنی میں سنہری جھلک دیتی تھی۔ سمندر کا چمکتا پانی اتنا دلفریب تھا کہ حد نہیں۔

اسی پر کشش عمارت میں وہ تھا جس کے قلب کے بخرے ابھی بھی دھڑک رہے تھے۔ وہ جسے مات اسکے اپنے خام خیالات نے دی تھی۔ وہ جس کے وجود سے روح اسکی غلط فہمی نے چھین لی تھی۔ وہ جو درد سے فرار کے لیے محبوب کا در چھوڑ آیا تھا۔ ہاں وہی۔ تم صحیح سمجھے۔

محب احسن۔ امن کا احسن۔

ایک وسیع و عریض باغ میں وہ دونوں موجود تھے۔ وہ باغ جس کا ہر گوشہ سرخ پھولوں سے بھرا تھا۔ ہر پھول کی پنکھڑی نرمی سے ہوا میں ہل رہی تھی۔ ہوا میں ہلکی سی خوشبو دل و دماغ کو راحت بخش رہی تھی۔ باغ کے عین وسط میں وہ تھی اسے پکارتے ہوئے۔ وہ اسکی پیٹھ دیکھ رہا تھا جس پر بالوں کی آبشار تھی۔

"احسن مدد کرو وہاں کھڑے کھڑے کیا کر رہے ہو۔"اس نے اپنائیت بھرے اپنے مخصوص انداز میں اسے پکارا تھا۔

"لڑتی رہتی ہو۔اور مدد کے لیے مجھے ہی بلاتی ہو۔"اپنے ازلی انداز میں چڑتا ہوا وہ اسکی جانب بڑھا۔وہ سبز جینز پر قرمزی رنگ کی بیگی شرٹ میں ملبوس تھا۔ گھنگریالے بال ماتھے پر گر رہے تھے۔

"تم عجیب حرکتیں نا کیا کرو میں بھی نہیں لڑوں گی۔"ہو بہو اسی کا انداز اپنایا۔ احسن قدم اٹھاتے ہوئے اسکے اور اپنے مابین فاصلہ تمام کر چکا تھا۔احسن نے اسے پر بیٹھی تھی اسکا پاؤں گیلی مٹی میں وہ جو پھول توڑنے کی غرض سے ٹیلے دیکھا۔ مٹی میں لتھڑے اسکے پاؤں کو نرم گرفت میں لیا۔ ۔ وہ جھکا گھس چکا تھا۔ امن اسے دیکھ رہی تھی۔رغبت سے۔اشتیاق سے۔احسن نے سر اٹھایا۔ان آنکھوں میں سب تھا محبت نہیں تھی۔اسکے دل میں درد سا اٹھا۔

یہ دل کا درد بھی ناں روح گھائل کر دیتا ہے۔

"یوں کیا دیکھ رہے ہو۔؟" وہ جھنجھلائی۔احسن نے مٹی کی گرفت سے اسکے پاؤں کو رہائی دے دی تھی۔ مگر اپنے ہاتھوں میں ابھی بھی تھام رکھا تھا۔

"تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کوئی پابندی ہے کیا۔؟" وہ ترکی باتر کی بولا۔

"مجھے کیوں؟" اس نے نفی میں سر ہلاتے تصدیق چاہی وہ ہوا سے آنکھوں میں جاتے بالوں کو جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ آگے کو ہوا۔امن کو چہرے پر ٹھنڈک کا احساس ہوا۔"تمہیں کیوں نہیں؟۔" اس نے پھونک سے بالوں کو پیچھے ہٹا دیا تھا۔

"دیکھا اب پھر سے عجیب حرکت اور پھر کہتے ہو کہ میں لڑتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ سرخ پھولوں سے بھرے ڈوپٹے کو اس نے مضبوط گرفت میں لے رکھا تھا۔

اس نے گہری سانس لی۔"اس میں عجیب کیا تھا۔؟"وہ سمجھنے سے قاصر تھا یا سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ سرخ سوٹ میں ملبوس لڑکی سرخ پھولوں کی سرزمین پر بیٹھی اسے پھول ہی لگی۔

"تمہارے بال تمیں تنگ موصول نہ ہوا۔ جانب سے کوئی جواب کی امن کر رہے ہیں۔"وہ اسکے پیر کو نرمی سے زمین پر رکھتے ہوئے اٹھا۔

جیب میں ہاتھ اڑسا، باہر نکالا تو اب اس ہاتھ میں ٹشو تھا۔اس نے ہاتھ رگڑے۔ گیلی مٹی پوری طرح اتری نہیں تھی۔ مگر ہاتھ ایک حد تک صاف ہو چکے تھے۔

وہ اسکے عقب میں بیٹھا۔"کہتے ہیں جس سے جتنی محبت ہو اتنی ہی لڑائی بھی ہوتی ہے۔"وہ اسکے بالوں کی چٹیا بنانے لگا۔وہ مسکرا رہا تھا

پراسراریت میں اضافہ ہوا تھا۔"کہیں یہی معاملہ تو نہیں ہے؟۔"امن خاموش رہی۔ڈوپٹے میں سے پھول اٹھاتے وہ اسکی چٹیا میں سجانے لگا۔

"بتاؤناں؟"اسے جواب چاہیے تھا۔وہ جواب جو اس کے واہموں میں ڈوبے دل کو تسکین سے بھر دیتا۔

"کیا بتاؤں؟اس خوش فہمی میں نہ پڑنا کہ میں تم سے پیار ویار کروں گی۔"وہ اترا کر بولی۔تسکین ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتی۔

"حد سے زیادہ خوش فہمیاں بہت دکھ دیتی ہیں۔"احسن کے وجود میں جیسے سناٹا سا پھیل گیا۔وہ جھٹکے سے اٹھی۔سرخ پھولوں سے سجی سیاہ بالوں کی چٹیا بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

"ایسی باتیں کرتی ہو تو معلوم ہے تمہیں کہ کتنا درد ہوتا ہے؟"کرب چہرے سے جھلکنے لگا۔اسکے سوال کے ترش جواب نے احسن کو اذیت سے دوچار کر دیا۔

امن مسکرائی۔حظّ اٹھانے والی ہنسی۔"میں نہیں جانتی۔اور جاننا بھی نہیں چاہتی۔"عجب سفاکی تھی۔احسن کے دل کو گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

قید کر لو مجھے، ہمیشہ کے نکالو اور کی آنکھوں میں چمک ابھری۔"کیمرہ امن سفاک بھی لیے۔"وہ حکم کر رہی تھی۔اس کی آواز شہد سے میٹھی تھی۔ محبوب سے چھوٹے سائز کا کیمرہ نکالا۔امن ہو تو اسکا حکم سر آنکھوں پر۔احسن نے جیب کی آنکھ سے آنکھ باغ کے درمیانے حصے میں جاتی دکھائی دی۔وہ کیمرے اسے ملا چکا تھا۔

"بس یہیں درمیان میں رک جاؤ۔یہاں اچھی تصویر آئے گی۔"اس نے ہانک لگائی۔امن نے پلٹ کر نہیں دیکھا وہ قدم بہ قدم چلتی جا رہی تھی۔

"او بہری کہیں کی۔کانوں میں روئی گھسا رکھی ہے کیا۔؟"وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔لیکن وہ نہیں رکی۔

(اس خوش فہمی میں نہ پڑنا کہ میں تم سے پیار و یار کروں گی۔)

احسن کا دل کسی بوجھ تلے دب گیا۔

"امن...؟"شکستہ سی پکار۔

اس نے حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے اتارا۔"میں کہہ رہا ہوں رک جاؤ۔"پھر سے پکارا۔

وہ سب آوازوں کو نظر انداز کرتی اپنی ہی رو میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔احسن سرعت سے اسکے عقب میں بھاگا۔لیکن...اسکا سیاہ بوٹ والا پیر اسی جگہ پھنس گیا جہاں امن کا پیر اٹکا تھا۔وہ تگ و دو کرتا ہوا پیر آزاد کرا رہا تھا۔گردن موڑ کر دیکھا تو وہ فضا کی دھند میں کہیں گم نظر آتی تھی۔

"امن...رک جاؤ یار پلیز۔"مدھم سرگوشی۔وہ سراپا حزن بنا اسے جاتے ہوئے تک رہا تھا۔وہ اسے قید کرنا چاہتا تھا نہیں کر پایا۔اسے روکنا چاہتا تھا نہیں روک پایا۔

جانے والوں کو کوئی روک پایا ہے کبھی؟

سرخ پھولوں کے باغ میں اسکا دم گھٹنے لگا۔

"امن پلیز....امن میرے لیے....رک جاؤ۔"اسکی حلق سے گھٹی گھٹی آواز برآمد ہوئی۔ان سرخ پھولوں میں اب سرخ لباس والی لڑکی اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"تم ایسا نہیں کر سکتی۔میں جی نہیں پاؤں گا۔"وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں نمی کی واضح لکیریں تھیں۔اس پر سانسیں تنگ ہو گئیں۔

"میں جی نہیں پاؤں گا۔"موسم یکدم ابر آلود ہو گیا۔نیلی فلک پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔احسن کی زندگی سے خوشی کی لہریں،امید کی کرنیں بوجھل ہو گئیں۔

"امن۔۔۔"نرم سی پکار۔

محب نے واسطہ دیا۔ "۔۔۔ امن"

آواز مدھم ہوتی گئی۔آنکھوں میں نمکین پانی بھرنے لگا۔"۔۔۔ امن"

www.novelsclubb.com

نکالا۔وہ پھولوں کے مٹی سے باہر نے جھک کر پوری قوت سے پاؤں کو احسن غم حد سے سوا ہوا تو اسکا دل درد سے پھٹنے لگا۔ میں بھاگنے لگا۔ باغ

" مر جاؤں گا۔اوہ خدایا۔ میں"

بسی کا اظہار۔ بے

کیا اس سے امن کھو گئی تھی؟ اونہوں احسن سے زندگی کھو گئی تھی۔اسکے اندر باہر جیسے خاموشی پھیل گئی۔ہمت جواب دے گئی۔وہ اپنی جگہ منجمد ہو گیا۔پیشانی عرق آلود ہوئی۔اور وقت نے مہربان ہو کر اسے غم سے رہائی دے دی۔

وہ ایک جھٹکے سے اس باغ کے حبس زدہ ماحول سے آزاد ہو گیا تھا۔وہاں سے جہاں اسکا دم گھٹ رہا تھا۔وہاں سے جہاں اسکی امن کھو گئی تھی۔

نے خود کو بستر پر نیم دراز حالت میں پایا۔پیشانی پر ہاتھ کی پشت مارتے ہوئے اس کے قطرے رگڑے۔وہ اس نرم بستر سے اٹھ بیٹھا۔اسکے عمل میں تیزی تھی پسینے

کمرے کا جلال و جمال اسکے سامنے تھا۔ مگر اسکی دنیا خالی تھی۔ ۔ برج العرب کے خالی وہ دیواروں کو تک رہا تھا۔ خالی کھول کر اب شرٹ کے اوپری دو بٹن نظروں سے۔ کمرے کی دیواریں سنہرے اور نیلے رنگ کے امتزاج میں مزین نفاست سے نقش و نگار بنے تھے۔ تھیں۔ جن پر

اپنی دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی چھت سے لٹکتا ہوا فانوس شے کو ٹکر ٹکر وہ ہر

اس نے روشنی میں شیشے کے جھلملاتے قطروں کو چمکا رہا تھا۔ وہ بستر سے اٹھا۔

بتیاں بجھا دیں۔

کے اندر سناٹا اور تاریکی ہو تو بیرونی رونقوں اور روشنیوں سے کوفت ہونے انسان لگتی ہے۔

میں بس چاند کی چاندنی کی لو تھی۔ مدھم سی۔ اب کمرے

وہ قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ چاند کی روشنی اس کے بوجھل چہرے سے ٹکرا کر واپس جاتی تھی۔

باہر سمندر کی چادر پر چاندنی بکھری ہوئی تھی۔اسکی نظریں پانی سے الجھ رہی تھیں۔ دل بھی کہیں الجھا ہوا تھا اور زندگی بھی۔عجب الجھن تھی کہ ختم نہیں ہوتی تھی۔

اسکا ہاتھ بے ساختہ دل پر جا پڑا۔وہ دھڑک رہا تھا۔ابھی بھی؟

نیچے عرب کا سمندر ہلکی ہلکی لہروں کے ساتھ ساحل کو چوم رہا تھا۔اس نے پردے کو سرکایا۔لہروں میں اسے کچھ دکھائی دینے لگا۔پھر چند آوازیں اسکے کانوں میں گونجنے لگیں۔

) "نہیں ملے گی تو کیا کروگے؟ وہ"

میں نمی لیے رستم نے سر نہیں اٹھایا۔احسن کا تھا۔آنکھوں سوال

احسن سلگ کر رہ گیا۔"زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں ہے اسکے پیچھے خوار ہو رہے ہو ۔"وہ نہیں بولا۔اسکی خاموشی احسن کو کاٹنے کو دوڑی۔

"خود کو بے مول مت کرو" وہ اسکے ہمراہ بیٹھ گیا۔ہاتھوں سے کندھوں پر دباؤ ڈالا۔ وہی تسلی تشفی۔

"اس کے بنا میں بے مول ہوں احسن۔" وہ حزن میں ڈوبا ہوا کہہ رہا تھا۔احسن نے اسکے ڈھلکے شانے دیکھے تھے۔ان پر سالوں کی تلاش کا بوجھ تھا۔

"وہ مل جائے گی تو سکون مل جائے گا۔" رستم کسی اور لمحے کا حصہ تھا۔احسن کے دل پر کسی نے گویا پیر رکھ دیا۔

"وہ نہ ملی تو کیا کرو گے ؟تمہاری زندگی، تمہارے امبیشنز ان سب کا کیا۔؟"احسن اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔اسکے درد سے اُسے تکلیف ہوتی تھی وہ اسے کیسے بتائے ؟

"وہ نہیں تو کیسی زندگی ؟"اس نے کندھے پر رکھا اسکا ہاتھ جھٹکا۔

"وہ نہیں تو کیسے امبیشنز؟"احسن اسے یاسیت سے دیکھے گیا۔

" وہ نہیں تو کون رستم؟"

کی ذات کہیں مسخ تھی۔جن کی بے بسی کے دھانے پر کھڑے رستم کی خود محبتیں بچھڑ جائیں انکا اپنا وجود بھی لاپتہ ہو جاتا ہے۔ اس نے بھی محبت کے بچھڑ جانے پر خود کو کھو دیا تھا۔

"وہ نہیں تو میں بھی نہیں۔" جہاں بھر کا رنج آنکھوں سے اشکوں کی صورت چھلک رہا تھا۔"وہ نہیں تو کچھ نہیں۔" مدھم سرگوشی۔غم سے چور لہجہ۔اس نے بات گویا ختم کر دی۔احسن نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ رستم نے ہاتھ بلند کر کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"تم جانتے ہو محبت کے دور جانے کا غم۔؟"رستم اپنی کہہ رہا تھا۔اسکی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔)

کھڑکی میں کھڑے احسن نے دل پر ہاتھ رکھ کے جیسے بہتے لہو کو روکنا چاہا۔

اس نے انگلی سینے پر ٹھونکی۔) ("تم جانتے ہو کتنا درد ہوتا ہے۔یہاں..."

احسن کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔ **"آج"** اسے درد ہو رہا تھا۔

(رستم اسکے رنج سے بے نیاز کہتا جا رہا تھا۔ "تم جانتے ہو کوئی کھو جائے اور تم اسے تلاش نہ کر پاؤ۔ خالی ہاتھوں کی بے بسی سے واقف ہو؟")

"اب" نہیں آئے تھے میں سمجھ **"تب"** تھے۔ مشکل سوال اسکے ہاتھ نہیں تھا۔ احسن بے بس آ رہے تھے۔ احسن نے ہتھیلی پھیلائی۔ وہاں امن کا ہوا۔ ہاں وہ آج بے بس ہوا تھا۔

اسکے قدم لڑکھڑائے یا زمین گھومی وہ اندازہ نہیں لگا سکا۔

("چپ ہو جاؤ.... میں کہہ رہا ہوں چپ ہو جاؤ۔")

سانسوں میں زیر و بم تھا۔ وہ کھڑکی پر گرفت مضبوط کیے قدرے جھکا۔

اس کے سامنے خلیج فارس کی خاموشی اور دور دور تک پھیلے ہوئے پانی کا منظر تھا۔

اسکا دل ڈوب کر ابھرا۔

(کمرے کی خاموشی میں رستم کی آواز تیز ہو رہی تھی۔"تم جانتے ہو وہ اذیت جب دل میں ہجر کا خنجر گھس جاتا ہے۔وجود لرزتا ہے۔دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔"وہ رنجیدہ سا گو تھا۔)

("خاموش ہو جاؤ...")

چند سال قبل اس نے کوفت سے کہا تھا"**آج**"وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

ہجر کا خنجر اسکے قلب میں گھس گیا تھا۔خون بھل بھل بہہ نکلا۔

باہر چاند کی روشنی سمندر کی لہروں پر ایسے کھیل رہی تھی جیسے چاندی کے سکے پانی پر تیر رہے ہوں۔

www.novelsclubb.com

"اوہ...رستم خدا کا واسطہ ہے چپ کر جاؤ۔")(

کہا تھا۔ اس نے بمشکل **آج** اُس وقت اسکی آواز بلند تھی

)" تم نہیں سمجھ سکتے....تم کبھی نہیں سمجھ سکتے۔"

اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ آنسوؤں کی روانی میں وہ(

احسن کو لگا وہ گہری کھائی میں دھکیلا گیا ہو۔

("ہاں میں تمہیں نہیں سمجھ سکتا۔")

اس نے ماضی میں کہا تھا۔ جان چھڑانے والا انداز۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔میں سمجھ گیا۔"

سا اعتراف۔ درد بھری آواز۔ شکستہ

وہ سیدھا ہوا۔ اس نے کھڑکی کے پٹوں پر سے ہاتھ ہٹا لیے۔

www.novelsclubb.com

باہر کے منظر سے اسے کوفت ہونے لگی۔ پانی کی لہروں پر بنتا عکس تحلیل ہو گیا تھا۔ آوازیں غائب تھیں۔ مگر احسن کی زندگی سے ویرانی تحلیل نہیں ہوئی۔ اسکی زندگی سے ہجر کی اذیت غائب نہیں ہوئی تھی۔

مڑا۔کمرے کے کونے میں آرام دہ صوفہ سیٹ تھا جس کے قریب شیشے کی میز وہ ۔اس پر تازہ پھولوں کا گلدستہ۔تازہ پھول؟پہلی بار اسے پھولوں رکھی ہوئی تھی وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔عجب بے آرامی تھی۔ سے بیزاری ہوئی۔

"مجھے معاف کردو۔" وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ۔" اسکی بڑبڑاہٹ واضح تھی۔وہ گٹھری بن کر صوفہ پر بیٹھا۔ گردن صوفے کی پشت پر ٹکالی۔درد ورنج کے دھانے پر کھڑے احسن نے آنکھیں موند لیں۔

اب کہ منظر بدلا تھا۔پھولوں کا باغ اور دور جاتی ہوئی وہ۔

کیا یہ خواب حقیقت کا عکس تھا۔؟دماغ میں خدشہ ابھرا۔

دل نے ڈپٹا۔**"نہیں نہیں...ایسا نہیں ہو سکتا۔"**

تاثر بدلا۔دل کی بات پھر سے مان لی۔ اسکا

دل کی نصیحتوں پر عمل کرنے سے بعد میں دل دُکھتا ہے۔

کوئی تو بتائے اسے۔

وہ اُسے دیکھ رہی تھی۔اور وہ مسکرا رہا تھا۔ کا حصہ تھا۔ **تخیل** پھر سے وہ

اب وہ سو نہیں سکتا تھا یہ تو طے تھا۔ مگر دل کی میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ دل گہرائیوں میں امن کی یاد نقش ہو گئی تھی۔ کبھی نہ مٹنے کے لیے۔

---

www.novelsclubb.com

طیار ہاؤس۔

سنہری صبح میں کھٹاک سے اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔وہ وجود تن فن کرتا اندر آیا ۔اس کے چہرے پر غصے کی الگ داستان رقم تھی۔آنکھوں کے ڈورے سرخ تھے۔

"رستم۔"وہ غرایا۔

"باہر نکلو بزدل...."اسکی آواز بلند تھی۔در و دیوار سہم گئے۔سیاہ نائٹ سوٹ میں ملبوس لڑکے نے طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی وہ اُسے نہیں دِکھا۔

"رستم۔۔۔۔باہر نکلو کدھر چوہے کی طرح دبک کر بل میں گھسے بیٹھے ہو۔"وہ بدستور بولا۔مگر جواب ندارد۔

اسکا رخ اب اسٹڈی کی جانب تھا۔اسٹڈی کا دروازہ بند تھا۔وہ وہیں ہو گا۔اس نے سوچا۔عقب میں دروازے کی چٹخنی کی آواز گونجی تو اسکے بڑھتے قدم رکے۔

دروازہ کھلنے کی آواز اور پھر قدموں کی چاپ اسکی سماعت سے ٹکرائی۔اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔چہرے پر ناگواری بڑھ گئی۔

وہ پلٹا۔دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ رستم اسکے سامنے تھا۔وہ تولیے سے چہرہ رگڑ رہا تھا۔

"تم اس قدر گر جاؤ گے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"قہر برساتا لہجہ تھا۔

رستم کے گیلے بالوں سے قطرے فرش پر گرے۔

ٹپ۔۔۔ٹپ۔۔۔ٹپ۔

برعکس رستم کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی وہ پُرسکون تھا۔ اسکے

"تم ابھی بھی اول درجے پر ہو۔کیوں سلگ رہے ہو۔"وہ اطمینان سے بولا۔اب وہ تولیے سے بالوں کو خشک کر رہا تھا۔"تمہارے جتنا گرنے کے لیے مجھے ابھی وقت درکار ہے۔"اسکی آواز میں حقارت تھی۔اسکے سامنے بگڑے ہوئے حلیے میں کھڑے لڑکے کے طیش میں اضافہ ہوا تھا۔

"کس کے دم پر اُڑ رہے ہو۔؟"وہ آگے کو ہوا۔

"شاہین کو اڑان کے گر سکھائے، کس میں دم ہے اتنا؟" وہ بلا تامل بولا۔ کوئی چانٹا تھا جو اس پل احتشام کے منہ پر پڑا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو؟ اس نے اسکا گریبان دبوچا۔ شعلہ دہکاتی آنکھیں اس پر گاڑیں۔ وہ اسکا چھوٹا بھائی نہیں تھا۔ عجب بیگانگی تھی۔ عجب اجنبیت تھی۔

"تم خان ٹیکسٹائل کو چلالو گے؟ تم۔۔۔ تم یہ سب کرو گے اور میں خاموش رہوں گا۔" اس نے رستم کو جھنجھوڑا۔ رستم کی آنکھوں میں بے یقینی نہیں تھی۔ شاید وہ اس ردِ عمل سے پہلے ہی واقف تھا۔ رستم نے اسے خود سے دور جھٹکا۔

"کیا سب؟" تولیہ صوفے پر اچھالا۔ "اب مجھ معصوم نے کیا کر دیا۔؟" وہ انجان بنا

۔

احتشام پھر سے آگے کو ہوا۔ رستم نے اسکے بڑھتے ہاتھ دبوچ لیے۔

"اب گریبان تک مت آنا۔"اس نے درشتی سے کہا۔اسکے لہجے کی سفاکی سے لمحہ بھر کے لیے احتشام ٹھٹھکا۔

"میں کتوں کا بھونکنا برداشت کر سکتا ہوں مگر۔۔۔۔"اس نے احتشام کے گال کو تھپکا۔اسکے لہجے میں غصہ تھااور چہرے پر نفرت کا تاثر رقم تھا۔"جب کتا کاٹنے کو دوڑے تو مجھ پر واجب ہے میں اسے پتھر ماروں اور اسکی آنکھ پھوڑ دوں۔"صبح کی خنکی میں اسکے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔

بھائی سے رستم،اور آپ سے تم تک کا یہ سفر تمام ہو چکا تھا۔تصنّع کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔رستم نے بھی خود کو نرم پڑنے سے باز رکھا۔

www.novelsclubb.com

دور کھڑے رہ کر سوال کیا۔رستم کے "تم ہمیں فاقوں سے مارو گے؟ اب" لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔اب گریبان تک وہ نہیں جائے گا رستم کو یقین تھا۔بینائی بھی تو اہم تھی ناں۔

"نہیں۔میں معصوم یہ ظلم کیوں کروں گا بھلا؟۔"(توبہ توبہ)اس نے کانوں کی لویں چھولیں۔اسکے انداز پر احتشام بھڑ بھڑ جلا تھا۔

"مجھے پیسے چاہیں۔" لہجے میں نرمی گھل گئی مگر انداز میں ہنوز تحکم تھا۔

"میں بنک نہیں ہوں، غریبوں کو قرضے دینے کا کام نہیں کرتا۔" وہ رخ پلٹتے شیشے کے سامنے کھڑا ہوا۔سوئچ لگا کر ہیئر ڈرائر سے بال سکھانے لگا۔

سے عقب میں کھڑے (وُوُش.....وُوُش....کی)آواز کی تیز، بھنبھناتی ڈرائر لڑکے کو کوفت ہوئی۔

"تمہیں ہر معاملے کا حساب دینا ہو گا۔"کاٹ دار لہجے میں وارننگ دی۔

رستم نے شیشے میں اسکا عکس دیکھا۔وہ نہایت غصے سے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔"پہلے تمہارے اوچھے معاملات کا حساب کرلوں۔میرے اعمال کی باری بعد میں۔" وہ رسانیت سے بولا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے۔" واضح دھمکی تھی۔

"امید بھی مت رکھنا۔" واضح تنبیہ تھی۔

میری اچھائی کو نیند و آگئی ہے۔" اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ بھوری آنکھوں میں" شرارت تھی اور طعنہ تھا۔

احتشام اچھنبے میں مبتلا ہوا۔" تم مجھے چھوٹا سمجھ کر انڈر اسٹمیٹ کر رہے ہو۔" اس نے قدم اسکی جانب بڑھائے۔ رستم نے ڈرائر ڈریسنگ مرر پر رکھا۔" غلط کر رہے ہو۔" شانے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ بڑھایا۔

رستم خاموش تھا۔" مجھے حیوان بننے میں پل نہیں لگے گا۔" اسکی آنکھیں غیر انسانی تھیں۔

رستم متحیر ہوا۔ اپنوں کا یہ کونسا رخ تھا جو اس پر عیاں ہو رہا تھا۔؟

اذیت سے دوچار ہوا رستم پھر سے ٹوٹنے لگا تھا۔اس نے مقابل کا ہاتھ جھٹکا۔

"اونہوں اب نہیں۔"خود کو ڈپٹا۔آنسوؤں کا گلا گھونٹ دیا۔

"مجھے حیوانوں سے نپٹنا آتا ہے۔"وہ صوفے کی جانب بڑھا۔صوفے کے بازو پر گیلا تولیہ پھیلا دیا۔اس نے لب بھینچ کر رونے پر قابو پایا۔

"تم نے لاکر کا پاسورڈ بدلا ہے۔مجھے لاکر کا پاسورڈ چاہیے۔"وہ تحکمانہ انداز سے بولا۔البتہ آواز اب بلند نہ تھی۔

"بتانے کے لیے تھوڑی بدلا تھا۔"وہ فی الفور بولا۔اسکی عقل پر ماتم کرنے والی ایک تاسف بھری نگاہ اس پر جمائی۔"کاش خدا حیوانوں کو سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت بھی بخشتا۔"وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔"اسکا لہجہ نرم تھا۔اسکا رنگ بدلا۔انداز بدلا۔رستم کو حیرت نہیں ہوئی۔ہونی بھی نہیں چاہیئے تھی۔

"پیسوں کی ضرورت ہے تو میں کونسا پیسے لیے بیٹھا ہوں؟ کمپنی دیوالیہ ہے۔جب آئیں گے پیسے مل بھی جائیں گے۔"اس نے ہاتھ سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔گویا یہ گفتگو ختم کرنے کا اشارہ تھا۔سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ نیلی پینٹ میں ملبوس رستم طیار شوریک میں سے جوتے نکال رہا تھا۔

وہ جوتے نکال کر پلٹا تھا تو وہ ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔(ڈھیٹ کہیں کا)۔

رستم بیڈ پر بیٹھا۔پشت اسکی جانب تھی۔وہ کسی دوسرے وجود کی موجودگی سے بے نیاز دکھائی دیتا تھا۔

،اسے دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ بعد چند ثانیے

کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔عجیب سی بے چینی اور دکھ تھا جو اسکے وجود میں رستم پھیل گیا۔ زہر کی مانند

اسلام آباد(کہکشاں منزل)

سورج زمین کی تہہ میں سما کر کسی اور جگہ ہجرت کرنے کو بے تاب تھا۔فلک کی نیلی چادر پر مدھم سی نارنجی روشنی ابھی بھی پھیلی ہوئی تھی۔تیز ہواؤں کی لپیٹ میں کہکشاں منزل کے لان میں اس پل تین افراد موجود تھے۔رحیم خان خاکی شلوار قمیض میں ملبوس پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہے تھے۔لان کے وسط میں گھاس کے نرم بچھونے پر پڑی کرسیوں میں سے ایک پر وہ بیٹھی تھی اور دوسری پر زارا آپا۔وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے ہوئے تھی جبکہ ٹانگوں کو وسط میں حائل میز پر رکھا ہوا تھا۔

"کتنا وقت ہو گیا؟ وہ آیا نہیں ابھی۔"زارا آپا کی آواز ابھری۔کہکشاں نے سر نہیں اٹھایا۔اسکی انگلیاں ابھی بھی متحرک تھیں۔

"پریشان نہ ہوں آجائے گا۔" وہ منہمک سی بولی۔

"پھر سے فون ملادو ناں۔" انہوں نے التجا کی۔ کہکشاں جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"ہو گیا ہے آپا۔؟ کیا"

میں بولی۔ زارا آپا نے خفگی یقیناً وہ خلل کی وجہ سے خفا ہوئی تھی تبھی سخت لہجے سرمئی رنگ کے لباس میں ملبوس حسبِ عادت ڈوپٹہ سے اسے دیکھا۔ زارا آپا پر اوڑھے ہوئے تھیں۔ سر

"میرے بچے کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ قائدِ اعظم کی بہن بنی رہتی ہے ہر وقت۔ کام، کام اور بس کام۔" وہ روانگی میں بولیں۔ لہجے میں خفگی تھی۔ کہکشاں کے لبوں پر تبسم بکھرا۔ شکوہ کرتی ہوئیں وہ بہت اچھی لگی تھیں، ہمیشہ کی طرح۔ وہ پھر سے پھلیاں نکالنے میں محو ہوئیں البتہ چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ چند پل خاموشی کی نذر ہوئے۔ کہکشاں نے معتجب نظروں سے انہیں دیکھا۔

نے ٹانگیں سمیٹ لیں اور لیپ ٹاپ کو میز پر رکھ دیا۔ وقت ہوا چاہتا تھا کہ دو اس کی جائے۔ ٹوک بات

"تین گھنٹے سے اسکے لیے پھلیاں نکال رہی ہیں۔ کبھی جو میرے لیے اتنی محنت کی ہو آپ نے۔" انداز میں شکوہ تھا مگر آنکھیں شرارت سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ بات کریں۔

زارا آپا نے اسکے لہجے میں پوشیدہ رنج تو محسوس کیا مگر اسکی آنکھوں کی شرارت نہ بھانپ سکیں۔

"ہونہہ۔۔۔ تمہارے لیے محنت؟" واضح تمسخر تھا۔ کہکشاں کے تاثرات بدلے۔ غصہ... تحیر اور ناراضی سب در آیا۔

"ہاں میرے لیے محنت۔" اب کی بار وہ سلگ کر بولی۔

"ہر وقت جو کڑوا کسیلا، سیاہ مائع پیتی رہتی ہو۔ کون بنا کر دیتا ہے؟۔" انہوں نے بھی کرخت لہجے میں کہا۔

کے لب حیرت سے وا ہوئے تھے۔ آنکھوں میں بے یقینی، شاک اور کہکشاں صدمہ تھا۔

"اب کیا اسکو بھی تین گھنٹے تک اُبالا کروں؟" وہ غصے میں نہیں تھیں لیکن انداز ویسا ہی تھا۔

"آپ کو عبداللہ سے زیادہ پیار ہے ناں؟۔" ناراضی سے تصدیق چاہی۔ پھر اس نے جھٹکے سے رخ موڑ لیا۔ وہ اس وقت معصوم بچی بن گئی تھی۔ اس کی نظریں رحیم خان پر جم گئیں وہ واٹر نگ کین سے اب پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ ہوا سے پتوں میں سرسراہٹ پیدا ہوتی تھی۔ تیز ہوا چہرے پر تھپیڑوں کی طرح لگتی تھی۔

"فکر نہیں کرو تم سے بھی ہے۔" کہکشاں نے واپس انہیں دیکھا۔وہ مبہم سی مسکرائی۔

"مگر عبداللہ سے زیادہ ہے۔" انہوں نے جملہ مکمل کیا۔کہکشاں کے لبوں پر امنڈتا تبسم دب کر ہی رہ گیا۔

" "ہونہہ...مجھے کیا؟ کریں اس سے زیادہ محبت۔

منہ کے زاویے بگاڑے خود کو بے نیاز ظاہر کیا۔ناک بھوں چڑھاتی وہ زارا آپا کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کا سبب بنی۔اس نے ٹانگیں میز پر رکھیں۔لیپ ٹاپ پھر سے اٹھالیا۔مبادہ کہ یہ گفتگو ختم کرنے کا اشارہ تھا۔وہ اب کوئی بات نہیں کرنے والی تھی۔

ایک لمحہ خاموشی کا آیا۔زارا آپا کی نظریں اس پر تھیں۔

" بات پوچھوں؟ ایک"

جو اسکے تاثرات ملاحظہ کر رہی تھیں اب کہ مدھم آواز میں بولیں۔ وہ

"دو پوچھیں۔" ماحول کی کشیدگی تھوڑی کم ہوئی تھی۔اس کا انداز سرسری تھا۔

"غصہ تو نہیں کرو گی؟" انہوں نے تصدیق چاہی۔

"غصے والی بات نہ ہوئی تو نہیں کروں گی۔" اسکی انگلیاں پھر سے مسلسل ٹائپنگ کر رہی تھیں۔

زارا آپا نے لب کاٹے۔ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھا۔لب تر کرتے انہوں نے الفاظ مجتمع کیے۔

"شادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟" انکی آواز اتنی آہستہ تھی کہ حد نہیں۔

کہکشاں کی نظروں کے سامنے سے کل کا **سیرینا ہوٹل** کا منظر، ظاہر ہو کر پل میں اوجھل ہوا تھا۔اس نے سر جھٹکا۔

"فضول خیال نہیں آتے مجھے۔" وہ پر اعتمادی سے بولی۔(ہونہہ اداکارہ کہیں کی۔)

تمام ہوا۔ ذہن سے اسکی خفگی کا خوف نرمی پر زار آ پا کہ اسکی

'' میری نظر میں ایک رشتہ ہے۔ ویسے''

تھیں۔ ان کا واہمہ مبہم ہوا تو اب وہ رازداری سے کہہ رہی

"واٹ ؟" وہ چونکی۔

"ہاں ہاں.....اور تم تو اسے جانتی بھی ہو۔" پھلیوں سے بھرا باؤل انہوں نے گود سے اٹھا کر میز پر رکھا تو کہکشاں نے پیر گھاس پر اتار لیے۔

"کونسا لڑکا؟ کسے جانتی ہوں میں ؟۔" وہ متحیر سی عجب شش و پنج میں مبتلا ہو گئی۔

"وہی جو تمہارا دوست ہے۔ گوری رنگت والا۔ لمبے قد والا۔ سوہنا سا۔" انکا چہرہ متبسم تھا۔ اسکی مشکل آسان کرنے کی غرض سے لڑکے کا تعارف کرانے لگیں۔

گوری رنگت، دراز قد، اور صبیح کا چہرہ اسکی آنکھوں کے پردے پر لہرایا۔ رستم (سوہنا سا)۔

www.novelsclubb.com

"اونہوں۔"اس نے سر جھٹک کر نفی کی۔ تخیل سے **"سوہناسا"** لڑکا اوجھل ہوا تو کان زارا آپا کی سننے لگے۔

"تم اس سے شادی کر لو۔" وہ اپنی کہے جا رہی تھیں۔

"اکتیس کو ایونٹ ہے اور تیس کو ہماری شادی۔"

کے لفظوں کی بازگشت پر وہ ساکت ہوئی۔ خود

"اس دن ملا تھا خوش مزاج بھی ہے۔"

"کیا؟" اب اسکی آواز قدرے بلند تھی۔ لہجہ بے یقین۔

www.novelsclubb.com

"کدھر ملا تھا؟" وہ تیزی سے بولی۔

"گھر میں۔" شادی کے موضوع پر گفتگو سے زارا آپا بڑی راضی تھیں۔

"اتنے دنوں سے تم سے بات کرنا چاہتی تھی، پھر سوچا صحیح وقت پر کروں گی۔"

اس کے لہجے میں غصے کی رمق دیکھ کر وہ وضاحت دینے لگیں۔

"تمہارا دوست ہے... پسند تو ہو گا تمہیں۔؟"انہوں نے پوچھا نہیں تھا باور کرایا تھا۔

کہکشاں کو رستم کا چہرہ پھر سے دکھنے لگا۔

(آہا جان کیوں نہیں چھوڑتا یہ۔)اس نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"میں اس سے شادی کیوں کروں گی؟آپ کیا کہتی جا رہی ہیں آپا۔"اب کہ وہ جھنجھلائی تھی۔

اس سے بے نیاز زارا آپا اپنی کہہ رہی تھیں۔"اتنی چوٹیں لگی تھیں بیچارے کو تم نے اسکی میزبانی بھی نہ کرنے دی۔"وہ اس پر چڑھ دوڑیں۔کہکشاں کی رنگت پل میں بدلی۔

"کیا سوچے گا وہ ہمارے بارے میں۔؟"اب وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

"آپ کس کی بات کر رہی ہیں؟" وہ جو سمجھ گئی تھی کہ کس کی بات ہو رہی ہے، جان کر بھی انجان بنتے سوال کر گئی۔

"تمہارے دوست کی۔" زارا آپا نے مطمئن انداز میں اپنے کہے کی تفصیل دی۔

"کونسا دوست؟" وہ سر پیٹنے کو تیار تھی۔

"سوہنا سا۔"

"آپا...." اسکو تپ چڑھی۔ آواز میں تنبیہہ تھی۔

"آج کے بعد آپ مجھ سے شادی کا ذکر نہیں کریں گی۔" وہ ناگواری سے بولی۔

www.novelsclubb.com

زارا آپا کا رنگ پھیکا پڑا پھر تاثرات بدلے۔

"میں تو بس۔۔۔"

"ہاں جی آپ تو بس کر دیں اب۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ زارا آپا نے سٹپٹا کر اسے دیکھا۔

"ہر وقت... شادی... شادی... شادی۔" اس نے کھینچ کھینچ کر لفظ ادا کیے۔

اب وہ گھاس پر رکھے سلیپرز پہن رہی تھی۔ لیپ ٹاپ ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ وہ جانے کو تیار تھی۔

"تم نے کہا تھا غصہ نہیں کرو گی۔" زارا آپا خفا لگتی تھیں۔

"میں نے کہا تھا موضوع پر منحصر ہے۔" وہ ترش لہجے میں کہتی ہوئی مڑ گئی۔

"کیا بنے گا اس لڑکی کا؟" اسے جاتے ہوئے دیکھ کر زارا آپا نے تاسف سے سر ہلایا۔ وہ محض یہ ہی تو کر سکتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

شیرازی ہاؤس۔

نئ صبح پروان چڑھی تھی۔شیرازی ہاؤس میں موجود اس کمرے کی بتیاں روشن تھیں۔بیڈ پر کپڑوں کا انبار بکھرا پڑا تھا۔دفعتاً ڈریسنگ روم سے امن شیرازی برآمد ہوئی۔وہ بیڈ تک آئی۔ایک دوپٹہ اٹھایا اور تہہ لگانے لگی۔ملازموں کے ہوتے ہوئے بھی اسے اپنا کام خود کرنا اچھا لگتا تھا۔اسکے کمرے کی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی۔

کھڑکی سے باہر جھانکو تو شیرازی ہاؤس کا لان واضح ہوتا تھا۔آسمان بادلوں کی ہلکی سی چادر سے ڈھکا ہوا تھا یوں کہ سورج کی کرنیں اس چادر سے چھن کر نیچے گر رہی تھیں۔رات کی بارش نے ہر شے کو دھو ڈالا تھا۔درختوں کے نکھرے پتوں پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔مٹی کی سوندھی سی مہک اسکے کمرے تک آتی تھی۔درخت کی شاخ پر بیٹھی کوئل کی مدھر سی آواز اس پل خاموشی کو سریلے نغمے سے توڑ رہی تھی۔

کوئل کے سُروں میں ایک اور آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔الماری میں کپڑے رکھتی ہوئی امن کے ہاتھ رکے۔

"امن...."عزرابی کی آواز۔

"امن کہاں ہو؟"

"میں یہاں ہوں ماں۔"مدھم سی آواز میں جواب دیا۔البتہ سر الماری سے نہیں نکالا۔

آواز معدوم ہوئی تو وہ پھر سے اپنے کام میں مگن بیڈ تک آئی۔

وہاں پڑے کپڑوں میں سے چند ایک اس نے ہاتھ میں تھامے اس سے قبل کے وہ الماری کی جانب بڑھتی اسکے کمرے کی چوکھٹ میں ایک وجود نمودار ہوا۔

"بھابھی نے بلایا تھا بیٹا۔آپ آئی ہی نہیں...زیادہ مصروف تھی؟۔"انہوں نے شکوہ کیا۔

امن نے انکی بات پر لب کاٹے۔ڈھیروں شرمندگی نے اسے گھیر لیا۔چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔

"میں آنے والی تھی بابا۔"اپنا پلڑا بھاری کرنے،اور خفت مٹانے کی سعی تھی۔

اقبال شیرازی بے ساختہ مسکرائے۔

"کوئی بات نہیں اپنی بیٹی سے ملنے تو آ ہی سکتا ہوں۔"وہ اسکا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔جانتے تھے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہے۔

"آئیں ناں... بیٹھیں۔"اس نے ہاتھ میں تھامے کپڑوں کو بیڈ پر رکھا اور صوفہ کی جانب اشارہ کیا۔اقبال شیرازی نے صوفہ پر بیٹھ کر اسے ہاتھ سے اپنے ہمراہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔امن بنا کوئی سوال جواب ان کے ساتھ بائیں جانب بیٹھ گئی۔

وہ اسے دیکھ رہے تھے۔اور بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔آنکھوں میں نمی کی لکیریں بننے لگی تھیں۔امن نے انکی آنکھوں میں جھلملاتے اپنے عکس کو دیکھا۔

"کیا ہوا بابا۔؟"اسکے لب ہلے۔

اقبال شیرازی نے سر کو نفی میں جنبش دی۔اب وہ اسکے سر پر پیار بھرا ہاتھ رکھ رہے تھے۔

امن کی آنکھوں کا تاثر پل بھر میں بدلا۔وہ انکی لرزتی پلکیں،کپکپاتے لب دیکھ سکتی تھی۔اسکی آنکھوں میں بھی نمکین پانی بھرنے لگا۔

اس نے انکا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔انکی اس کیفیت نے اسکا اندر ویران کر دیا تھا۔دل کسی بوجھ کے تلے دب گیا۔اسکے بابا ایسے تو نہ تھے۔

ایک لمبی سانس کھینچی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔؟"نرم سا استفسار۔

بہت محبت سے انہوں نے امن کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

انکی آواز آنسوؤں کی وجہ سے "بیٹیاں کب بڑی ہو جاتی ہیں پتا ہی نہیں چلتا۔" رندھی ہوئی تھی۔

"کب انکا اپنا گھر انکے لیے پرایا، اور پرایا اپنا بن جاتا ہے پتا ہی نہیں چلتا۔" وہ بمشکل کہہ رہے تھے۔

امن کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔اسکی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔

"ارے میری گڑیا رونا نہیں ہے۔" وہ شرمندہ ہوئے۔

"میں تو بس..." وہ اب اسے پچکار رہے تھے۔ان کے الفاظ بے ربط تھے۔اپنے غم میں کسی کو دلاسہ دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔انکے لیے بھی تھا۔

"رستم بہت اچھا لڑکا ہے۔" نرم سے لہجے میں سمجھایا۔رستم کے نام پر روتی ہوئی امن کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔

محبوب کا ذکر کسی بھی حال میں ہو محب کے دل کے تار چھیڑ دیتا ہے۔

"نہیں کر بیٹھا؟ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی تو کہیں میں بیٹا،"

خدشات کو اس کے سامنے عیاں کر دیا۔ میں ابھرتے ذہن

"نہیں بابا..... وہ بلا تامل بولی۔

"ڈیڈ کے جانے کے بعد ہر وہ خوشی، ہر وہ آسائش، ہر وہ چیز آپ نے مجھے دی ہے جسکی مجھے چاہ تھی۔" امن کی گرفت انکے ہاتھوں پر مضبوط ہوئی۔

"یہ تمہاری زندگی کا اہم فیصلہ ہے۔" انہوں نے اسکی سرمئی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

"کیا تم خوش ہو؟" وہ بولے تو آواز گلوگیر تھی۔

اس تفتیش پر امن شیرازی کا دل کسی پہاڑ کی بلند چوٹی پر ہواؤں کے حصار میں جھومنے لگا۔

"خوش؟"

خوشی کیا ہوتی ہے اس پل کوئی امن سے پوچھتا جب اسکی نسبت اسکے پسندیدہ مرد کے ساتھ طے ہوئی تھی۔اسکے گال سرخ ہوئے۔

"جیسے آپ خوش،ویسے میں خوش۔"لالی چھلکاتے گالوں اور مسکراتی آنکھوں سے دیے جانے والے جواب نے اقبال شیرازی کے کندھوں سے منوں کا بوجھ ہٹا دیا۔

ان کے لب مسکرائے۔کوئی سکون سا تھا جو دل میں اتر گیا تھا۔

احسن کی چند دن قبل ہوئی گفتگو نے انہیں شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا۔کیا وہ باپ ہونے کا فرض نہیں نبھا سکے تھے؟۔کیا کچھ تھا جو غلط تھا؟

مگر نہیں۔

اسکی ایک سطر نے انکے واہموں کو دفن کر دیا۔اب کوئی ملال نہیں تھا۔کوئی گلٹ نہیں تھا۔محض خوشی تھی۔اطمینان تھا۔وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے

چلے گئے۔امن بھی کپڑے سمیٹنے لگی۔اسکے چہرے پر کئی رنگ آجا رہے تھے۔

سرخ،گلابی،کندھاری۔

کھڑکی کے اس پار کوئل اپنے سُر ابھی بھی الاپ رہی تھی۔

خان ٹیکسٹائل۔

www.novelsclubb.com

حسبِ معمول آج بھی نیلی عمارت میں سب ورکرز اپنے اپنے کام نمٹا رہے تھے۔

ایونٹ کے لیے پرجوشی سب کے چہرے پر عیاں تھی۔ایک طرف کچھ لوگ

کمپیوٹر میں سر دیے ڈیٹا مینجمنٹ کا کام سنبھال رہے تھے تو وہیں دوسری طرف کچھ

لوگوں کی انگلیاں کاریگروں کی طرح کاغذات پر ڈیزائن بناتی نظر آتی تھیں۔کچھ وہ تھے جو اس سب کا جائزہ لیتے ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔ان متحرک لوگوں میں پریم چند بھی تھا۔سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ میں ملبوس۔ہاتھ میں تھامی سیاہ جلد والی فائل کو سینے سے لگائے وہ ان لوگوں پر طائرانہ نگاہ دوڑاتے ہوئے شیشے کے دروازے کو عبور کر کے اندر آیا۔

"ہیلو سر۔"وہ اندر داخل ہوتے ہی بولا۔

"کیسے ہو پریم چند۔؟"رستم طیار لبوں پر مسکراہٹ سجائے کہہ رہا تھا۔

پریم چند کی باچھیں کھل گئیں۔"آئی ایم گڈ۔"

"سب ہو گیا ہے سر۔"وہ خوشی سے لبریز لہجے میں بولا تھا۔اس نے فائل رستم کے ہاتھ میں تھمائی۔

سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس رستم طیار بھی مسکرایا تھا۔

"کتنی ماڈلز ہائر کی ہیں۔؟"

"سر جتنی آپ نے بولا تھا۔تعداد میں نو ماڈلز۔"فائلز کھولتے ہوئے رستم نے تصدیق چاہی۔

ایجنسی ماڈلنگ پریم چند اسکے قریب ہو کر فائل کا مطلوبہ صفحہ کھولنے لگا تھا۔"سر پروفیشنلز ماڈلز ہی تجویز کی ہیں"۔ انہوں نے ہے کہ کا کہنا

نے اسے دیکھا۔ رستم

)ہو جائے؟"pre shot"مگر آپ چاہیں تو پری شوٹ(

"پریم چند ابھی اور بھی کام ہیں۔اس کے لیے بعد میں سوچیں گے۔وقت ہوا تو ضرور۔"اس نے گویا بات ختم کر دی تھی۔فائلز کو بند کرتے ہوئے میز پر رکھ دیا۔ پریم چند کی نظریں اسکی حرکات پر تھیں۔

www.novelsclubb.com

"سر کے کے کریئشنز کی جانب سے کوئی میل موصول نہیں ہوئی ابھی تک۔" وہ جو اب اسکا پرسنل سیکرٹری بھی تھا اسے ہر بات کی وضاحت دے رہا تھا۔

"ان سے بات میں کرلوں گا۔ تم ایسا کرو ہرا امپلائی سے کہہ دو کہ آج ہالف ٹائم کام کریں۔"

پریم چند مبہم سا مسکرایا۔ "جی سر یہ اچھا خیال ہے۔ پچھلے تین دنوں ایمپلائز نے اوور ٹائم بھی لگایا ہے۔" وہ اس کی بات سے پوری طرح متفق تھا۔

"سر ابھی کے کے کریئشنز کے ڈیزائنز دیکھنے میں یہ باقی کے تین دن بھی گزر جائیں گے۔ اور پھر اکتیس کو...."

www.novelsclubb.com

وہ مسکرایا۔ ہاتھوں سے جیسے ایل سی ڈی کی سکرین بنائی۔ "خان ٹیکسٹائل چھا جائے گا۔" وہ پُرمسرت تھا۔

رستم کی بھوری آنکھیں بھی چمک رہی تھیں۔

دوں گا۔ میں گھسنے نہیں ،میں اب دوبارہ کسی کتے کو خان ٹیکسٹائل سر بس"
"

سے اسے دیکھا۔البتہ بھوری وہ اپنی ہی لے میں کہہ رہا تھا۔رستم نے نا سمجھی پر پڑی تو اسکی آنکھوں میں چمک کی بجائے تشویش تھی۔پریم چند کی نظر اس مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"سر آپ کو معلوم ہے آج وہ (منہ کے زاویے بگاڑے) آئے تھے۔اور میں نے گارڈ کو بولا کے باہر سے ہی کھسکا دو۔"اس نے ہاتھ رفع دفع کرنے والے انداز میں جھاڑتے قہقہہ لگایا۔

www.novelsclubb.com

"آیا کون تھا پریم چند۔؟"وہ جس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی رستم کا سرد استفسار سن کر ماتھے پر ہاتھ مارا۔

پھر میز پر ہاتھ رکھ کر آگے کو جھکا۔"چور سر....چور"مدھم سی سرگوشی تھی۔

"وہ جس نے اپنے ہی گھر کو لوٹ لیا۔"

اسکا موقف سمجھ کر رستم نے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ کنپٹی کی نسیں پھڑ پھڑانے لگیں۔ رنگت سرخ ہونے لگی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے تاثرات جانچ کر پریم چند کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟ پھر سے کہو۔" اس کے لہجے میں ترشی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں پھر سے کہو۔" وہ غرایا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔۔"

"ہاں بولو پریم چند۔" بھوری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"وہ میں.... میں سر کچھ نہیں پریم چند کی زبان گویا تالو سے چپک گئی تھی۔

سر۔۔۔" وہ بمشکل کہہ رہا تھا۔

"سوری سر۔۔۔۔سوری۔"

www.novelsclubb.com

"آئندہ طیار انڈسٹری کا دوسرا وارث یہاں آئے تو اسے وہ عزت دی جائے جو ایک باس ڈیزرو کرتا ہے۔" رستم نے آہستگی سے اسکا گال تھپکا۔وہ طیش بھری آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے باور کروا رہا تھا۔

"ورنہ....؟؟"

"جی جی...جی سر سمجھ گیا۔"

چند نے نظریں جھکا لیں۔وہ اب میز پر پڑی اس تختی کو دیکھ رہا تھا جس پر "سی پریم رستم خان" انگریزی میں کنندہ تھا۔ ای او

وہ پیچھے ہٹا۔پریم چند کا پیر آزاد ہوا تو اس نے تشکر بھرا گہرا سانس لیا۔

"سر میں معذرت خواہ ہوں۔" وہ واقعی شرمندہ ہوا تھا۔

"مجھے تمہاری شرمندگی سے کوئی سروکار نہیں۔آئندہ تم نے ایسا کچھ کیا تو یاد رکھنا جب بات اپنوں کی ہو تو رستم طیار سے خطرناک اور کوئی نہیں ہے۔"اس نے قہر بار لہجے میں کہا۔اسکی آنکھوں کی سفاکیت پر یم چند کو سہما گئی۔

"جی سر۔۔۔"وہ بمشکل بولا تھا۔سر جھک چکا تھا۔

غلطیوں پر پشیمانی کے سوا ملتا ہی کیا ہے۔؟

رستم نے کرسی سنبھالی۔"گیٹ لاسٹ۔"آواز اونچی تھی۔

اس کے کہنے کی دیر تھی کہ پریم چند لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے سے نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

"ایڈیٹ۔"اس نے سر جھٹکا۔بلاوجہ اس کا پارا چڑھا دیا تھا پریم چند نے۔

رستم نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو کمپوز کیا۔پھر سرخ ہوتی بھوری آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں چھانے لگی تھیں۔

"سر کے کے کر ئیشنز کی جانب سے کوئی میل موصول نہیں ہوئی ابھی تک۔"پریم چند کے الفاظ دوبارہ کانوں میں گونجے تھے۔اس نے لمبی سانس خارج کرتے میز پر دھرا اپنا موبائل اٹھایا۔چند بٹن دبائے۔آنکھیں اسکرین پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھیں۔

وہ اب انگلیوں کو حرکت میں لاتے کی بورڈ پر سوچ سوچ کر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ سست روی سے اس نے ایک سطر لکھی تھی۔

" راضی ہوں۔ میں"

ہی پڑھی۔(سر کو نفی میں ہلایا۔)اونہوں۔ خود

تیز۔ اب کچھ اور لکھ رہا تھا۔دل بھاری ہو رہا تھا اور سانسیں وہ

"میں نے....آپ نے جو کہا اس بارے میں سوچا۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

www.novelsclubb.com

اس مٹا رہا تھا۔الفاظ احساسات سے عاری تھے مگر وزنی۔ لکھتے ہی وہ اسے یہ اس بوجھ کا کیا کرے؟ کے دل پر بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔وہ

نے موبائل کو میز پر پٹخ دیا۔ اس

چند پل،اس نے محض سانسیں لی تھیں۔زندگی بوجھل سی تھی۔قلب پر ثقیل شے کتنے لمحے وہ یوں ہی کا بوجھ تھا۔آفس کی دیواروں نے اسے ترحم سے تکا تھا۔پھر بیٹھا۔موبائل بیٹھا رہا،سر کرسی سے ٹکائے آنکھیں موندے۔یکلخت وہ سیدھا ہو تھاما۔

اب لکھ رہا تھا۔اسکے عمل میں تیزی تھی۔چہرہ سنجیدہ۔دل مطمئن۔ وہ

نے پیغام لکھا۔پھر پڑھا۔اور پھر مسکرایا۔سینڈ کا بٹن دبا دیا گیا۔اس کا پیغام اس اڑان بھر چکا تھا۔وہ جانتا تھا اگلے ہی سیکنڈ یہ میسج ریسیور تک پہنچ جائے گا کیونکہ یہ آج کا دور تھا۔پیغام یا خط پہنچانے کے لیے کبوتروں کی ضرورت تھی اور نہ ہی ڈاک کا جھنجھٹ۔

اب وہ سکون سے سر کرسی سے ٹکائے دائیں بائیں جھول رہا تھا۔ نگاہیں چھت پر مرکوز تھیں۔اور ذہن کہیں بٹا ہوا تھا۔

"شاپ میں آؤ تو وہاں اس پل گاہکوں کا رش kk's jewelry اسلام آباد میں" تھا۔

سیاہ تھیم والے آفس میں وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھی جھول رہی تھی۔

موبائل میں میل باکس کھول رکھا تھا۔

"We are getting married"

انگریزی میں لکھی سطر پڑھ کر اسکے لبوں پر فاتحانہ تبسم بکھرا تھا۔ مفلر میں انگلیاں الجھا کر اسے سیدھا کرتی ہوئی وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔ سیاہ در و دیوار متحیر تھے۔ انہوں نے اسے بہت کم مسکراتے دیکھا تھا۔

اس نے موبائل کو میز پر رکھا۔ پھر آنکھیں سیاہ چھت پر جمالیں۔ گلاس وال سے پورے آفس میں روشنی تھی۔ اسکی رنگت چمک رہی تھی۔ سبز آنکھیں مسرور تھیں۔ دفعتاً وہ سیدھی ہوئی۔ موبائل پھر سے اٹھایا۔ چند بٹن دبائے اور پھر میز پر رکھ دیا۔ وہ پھر سے اسی پوزیشن میں تھی۔ مطمئن، مسرور اور آرمیدہ۔

"میم مے آئی کم ان۔؟" کچھ وقت بعد الفاظ سنائی دیے تو اسکی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ یکدم سیدھی ہو بیٹھی۔ چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"شیور۔" بڑی توند والا مینیجر اسکی اجازت پر آفس میں داخل ہوا۔

"جی میم۔" وہ جسے میسج کر کے بلایا گیا تھا اب وہ اسکے لائق کیا کام ہے؟ وہ پوچھ رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"سب مکمل ہے؟۔"

"جی میم، جو جو ڈیزائنز آپ نے بنائے تھے ان کی جیولری تیار ہے۔انفیکٹ جو آپ نے کہا تھا کہ سیٹ کرنا ہے وہ بھی ہو چکا ہے۔"وہ تحمل اور اطمینان سے بولا تھا۔

"اوکے، ویری گڈ۔آج شام تمام جیولری کے کے کریئشنز پہنچ جانی چاہیے۔"اس نے حکم صادر کیا تو مینیجر نے تابعداری سے سر کو خم دیا۔

"میم....وہ جو بریسلٹس آپ نے کہا تھا...."

"انہیں بھی بجھوا دینا۔"وہ اسکی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

مینیجر اجازت طلب کر کے آفس سے چلا گیا تھا۔وہ دوبارہ پشت کرسی سے ٹکا گئی۔

کہکشاں کے لبوں پر تبسم نے واپس بسیرا کر لیا۔چمک جو ایک فاتح کی آنکھوں میں ہوتی ہے اسکی سبز آنکھوں میں بھی تھی۔

اس نے کاغذات کے بخرے ہوا میں اچھال کر بھی،ایونٹ کی تیاریوں کو جاری رکھا تھا،اور وہ ایونٹ کی تیاریاں مکمل بھی کر چکی تھی۔ تین دن بعد اسکا جواب آیا تھا پھر بھی....

واللہ اسے یقین تھا کہ رستم کی جانب سے جواب آئے گا اور مطمئنہ جواب آئے گا۔ رستم کی شکست کے اعلان نے کے کے کو فاتح بنا دیا تھا۔وہ تو ہمیشہ سے ہی فاتح تھی

۔

مگر کیا رستم طیار نے ہار کا اعتراف کیا تھا؟

کیا اس نے اس بساط میں مات قبول کی تھی؟

www.novelsclubb.com

اسلام آباد۔

اسلام آباد میں موسم حبس زدہ تھا۔سورج کی fresh air city پاکستان کے دہکتی شعاعوں نے شہریوں کے لیے زندگی مفلوج بنادی تھی۔دوپہر کا وقت جب سورج، بے رحم ہو کر دہکتے شعلے برسا تھا اسی لمحے وہ اے سی والی رینج روور میں سفر کرتا ہوا منزل کی جانب رواں دواں تھا۔یہ کوئی صنعتی علاقہ تھا۔بجلی کے بڑے بڑے کھمبے ان پر لپٹی تاریں بھی گرمی سے پناہ طلب کر رہی تھیں۔اسکی سیاہ رینج روور برق رفتاری سے چلتی ہوئی اپنے پیچھے دھول اڑا رہی تھی۔دفعتاً وہ گاڑی رکی۔

کیا منزل آگئی تھی؟

دروازہ کھولتے ہی وہ اترا۔براؤن ڈریس پینٹ شرٹ میں ملبوس، حسب معمول کوٹ بازو پر لٹک رہا تھا۔اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

اسکے سامنے آسمان کو چھوتی بہت سی عمارتیں تھیں۔وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا ایک عمارت کے سامنے رکا۔مٹیالے رنگ کی عمارت۔جس پر کہیں کہیں نیلے پینٹ کی پرت تھی۔اس نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکالا۔

عمارت کے بڑے سے زنگ آلود گیٹ پر لگے تالے میں چابی گھمائی مگر وہ کھلنے سے انکاری تھا۔

پھر سے کوشش کی۔

بلآخر چند منٹوں کی تگ ودو کے بعد وہ تالا کھل گیا۔اس نے قوت لگا کر گیٹ کے پٹ کو دھکیلا۔دروزاہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا تھا یوں جیسے اس نے سالوں بعد کسی کو خوش آمدید کہا ہو۔

وہ اندر آیا۔جگہ جگہ گھاس اُگی ہوئی تھی۔یوں کہ اس کے پاؤں اس میں چھپ جاتے تھے۔عمارت کا زیادہ تر حصہ مٹی اور کائی سے ڈھکا ہوا تھا۔وہ یوں دکھائی دیتی تھی جیسے کوئی شاہی قلعہ اپنی شان و شوکت کھو چکا ہو۔

عمارت کے اندر وسیع رقبہ خالی تھا۔اس پارکنگ میں اب ٹرک اور گاڑیاں غیر موجود تھیں۔اس نے اپنے سامنے کھڑی بلند و بالا عمارت کو دیکھا۔عمارت کی فصیل پر خستہ حال رنگ وروغن تھا جہاں جگہ جگہ دڑاریں تھیں۔وہ اپنے سامنے کھڑی عمارت کو یاسیت سے دیکھے گیا۔

وہ وجود چلتا ہوا اندر کی جانب بڑھا۔اس نے چابی سے پھر سے وہاں لگا تالا کھولا۔اندر اسکا استقبال اندھیرے اور سناٹے نے کیا تھا۔اس نے بتیاں روشن کیں۔چک کی آواز سے بتیاں روشن ہوئیں۔روشنی ابھی بھی مدھم تھی۔جلتی بجھتی لائٹیں،اپنے خراب ہونے کا ثبوت دیتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

اس جگہ کے وسیع ہال میں بڑی بڑی، مشینیں تھیں جو گرد سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ مشینوں کے گرد پرانے کپڑے اور دھاگے کے بوبنز بکھرے پڑے تھے۔

وہ مجسمہ بنا یک ٹک ہر چیز کو سکین کر رہا تھا۔عمارت کی خستہ حالی پر اسکے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا یوں کہ گھائل وجود ہی نہیں روح بھی ہوئی تھی۔رکابیوں اور

کنکریٹ کی کھچاک کے درمیان کرسیوں اور میزوں کا انبار بکھرا ہوا تھا جن پر دھول کی تہہ جم گئی تھی۔اسکے قدموں کی چاپ گونج رہی تھی وہ ماربل فلور پر چلتا ہوا ہر چیز کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔پھر وہ بائیں اطراف بنی سیاہ راہداری میں چلنے لگا۔خوفناک اندھیرے سے بھی وہ ڈر میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔

دفعتاً وہ رکا۔وہاں شیشے کا دروازہ تھا۔اس نے موبائل کی فلیش لائٹ آن کی۔ دروازے کی ناب گھما کر وہ اندر آیا۔اس جگہ کی حالت بکھری ہوئی تھی رستم طیار بھی بکھر سا گیا۔قدموں پر کھڑا ہونا محال ہوا۔یہ وہ جگہ تھی جس پر وہ دھول برداشت نہیں کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اور اب.....؟

وہ روشنی مارتے ہوئے ہر چیز کو دیکھنے لگا۔کونے میں کٹنگ بورڈ تھا جس پر زنگ آلود قینچی تھی۔

کپڑوں کے ٹکڑے۔ جگہ کے وسط میں کھڑا مجسمہ دھول سے اٹا ہوا لباس پہنے ہوئے تھا۔

یہ اسکا **سٹوڈیو** تھا۔ وقت کا مختصر مگر خاص لمحہ وہاں گزرا تھا۔ دیواروں پر دھول کی اوٹ میں چھپی ہوئیں فنکارانہ تصویریں، اور وہاں موجود دوسری اشیا کی باقیات اسے اذیت دے رہی تھیں۔ اس جگہ کی دلکشی وقت کی دھند میں لپٹی کسی کو اسکی شکست کا احساس دلا رہی تھی۔

وہ سٹوڈیو جہاں اس نے خواب بُنے تھے، وہ جگہ جہاں اس نے دل لگایا تھا اب ایک تاریخی ورثے کی مانند اسے ماضی کی یادوں کی بیڑیوں میں باندھ رہی تھی۔

اس نے زمین پر گرا ہوا ایک کپڑا اٹھایا۔ موبائل ٹارچ میں مٹی میں لتھڑے اس کپڑے کا رنگ گہرا سبز تھا۔ رستم کے اندر کچھ تھا جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ وہ جسے "دل" کہتے ہیں۔

اس نے موبائل کو میز پر الٹا کر کے رکھ دیا۔یوں کہ روشنی چھت سے ٹکرا کر پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔اس نے میز پر گرد کے حصار میں لپٹی قینچی اٹھائی۔زنگ آلود قینچی کچھ بھی کاٹنے سے انکاری تھی۔بازو پر لٹکے کوٹ سے میز پر جمی گرد کو رگڑا۔دھول سے اٹا ہوا کپڑا جھاڑ کر اس پر بچھایا۔وہ اب اسکی تہہ لگا کر کسی ماہر درزی کی طرح اسے کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

درزی کی قینچی اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔مدھم سی لو میں اسکی بھوری ماہر تو تمہیں خوف آئے گا۔وہ کوئی جنونی تھا۔بمشکل ہی سہی مگر وہ آنکھوں میں جھانکو اس تاریک راہداری میں جس سے چند پل قبل وہ گزر کر آیا کپڑا کاٹ رہا تھا۔دفعتاً اتنی تیز تھی کہ وہ جنونی اس آواز کو سن سکتا تھا۔ تھا قدموں کی چاپ گونجی۔آواز ہاتھ نہیں رکے۔ مگر اسکا دھیان نہیں بٹا،اسکے

"آ گئے تم؟"زمین پر بننے والے سیاہ سائے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے تو آنا ہی تھا۔"چوکھٹ میں ایستادہ وجود گویا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"نووارد کی آواز میں تمسخر کے نشتر تھے۔

"مجھے تو یہاں آنا ہی تھا۔"ان نشتروں سے اسے درد نہیں ہوا تھا۔جتنے نشتر اسکے وجود میں کُھب چکے تھے شاید یہ کچھ بھی نہ تھا۔

نووارد کا فلک شگاف قہقہہ گونجا۔"واپس آنا تھا تو پانچ سال پہلے گئے کیوں تھے؟"

یہاں کپڑا کاٹتے ہوئے رستم کے اندر بھی کچھ کٹ گیا۔شاید نئی امنگیں اور کچھ پرانے زخموں کے ٹانکے۔

اس نے سرد آہ بھری۔"وہ وقت پلٹ جانے کا تھا اور یہ وقت لوٹ آنے کا۔"

"واہ تب تم پلٹ گئے اب تم لوٹ آئے ہو۔؟اب واپسی کی ٹکٹیں ساتھ لائے ہو؟

"وہ ہنسا۔حظ اٹھاتی ہنسی۔تمسخر اڑاتا انداز۔

اب وہ تالی پیٹ رہا تھا۔

"ہوتا۔کچھ سفر ایسے ہوتے ہیں جن سے واپسی کا امکان نہیں"

"سختیاں نہیں جھیل سکتا"۔ آنا سہل ہوتا ہے اور واپسی کٹھن۔اب میں تکان کی

کیا تھا؟ یہ

بے بسی کا اعتراف؟ ماضی کی

،حال کے عزم کا اظہار۔؟

یا مستقبل میں تکمیل کا پیغام؟

سے قاصر تھا۔ چوکھٹ میں کھڑا وہ شخص اسکی پشت دیکھتے ہوئے یہ سمجھنے

"یہ جگہ خستہ حال ہے دوبارہ تعمیر ہو جائے گی۔ مگر یہاں صرف کانچ کے ٹکڑے

نہیں ہیں تمہارے ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیاں ہیں۔یہ کرچیاں تمہاری

انگلیاں زخمی کر دیں گی رستم۔"اب کے اسکی آواز میں تاکید تھی۔رنج تھا۔

"منظور ہے۔دل کے زخموں کا مرہم اگر زخمی انگلیوں سے بہتا لہو ہے تو منظور ہے۔

"اسکی آواز پُر عزم تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم بہت جلد مجبور کر دیے جاتے ہو۔" اب کی بار وہ ہنسا۔ "مجبور انسان کچھ نہیں کر سکتا۔" یہ مذاق تھا۔

اب کی بار رستم کا قہقہہ گونجا۔ یہ خود کی کیفیت پر ملال کا اظہار تھا۔ یہ خود کی بے بسی پر خود کو مارا جانے والا طمانچہ تھا۔ یہ خود کی غلطیوں پر خود کو دی جانے والی ایک سزا کا اعلان تھا۔

"مجبوریوں کا قتلِ عام کر کے انہیں دفنا کر آیا ہوں۔" وہ پلٹا۔ چوکھٹ میں کھڑے شخص اور کٹنگ بورڈ کے پاس کھڑے شخص نے اب ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ وہ بلال تھا۔ اسکا دوست۔ اسکا ساتھی۔

www.novelsclubb.com

"اب بتاؤ؟ کچھ کر پاؤں گا یا نہیں۔" بھنویں اچکا کر استفسار کیا۔

"کر تو تم بہت کچھ سکتے ہو مگر ان زنجیروں کا کیا جو ہر پل تمہارے تعاقب میں رہتی ہیں؟" وہ اسے کیا باور کروا رہا تھا۔ کس چیز سے بچاؤ کی ہدایت دے رہا تھا۔؟

"وہ زنجیریں رستم توڑ آیا ہے۔" رستم کا کہنا تھا کہ اسکے مقابل کھڑے شخص کا تاثر بدلا۔ حیرت کی انوکھی داستان اسکے چہرے پر رقم ہو گئی۔ اسکی نگاہوں میں تفتیش تھی۔ کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟

گرفت میں تھا جب زنجیریں جب تک مجھے تسکین دیتی رہیں تب تک میں انکی وہ ۔ مجھے اذیت دینے لگیں انہیں توڑ دیا۔" اس نے قدم نووارد کی جانب بڑھائے

"میں نے صحیح کیا کیا؟" وہ اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہا تھا۔ بلال گردن کو اثبات میں جنبش دیتا **آزاد رستم** کو گلے سے لگا گیا۔

" تمہیں یوں ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ میں"

حصار میں نرمی تھی۔ آنکھوں میں نمی۔

" ۔ میری چاہت کی تکمیل نے مجھے سرخرو کر دیا ہے رستم"

www.novelsclubb.com

رستم کے لب مسکرا رہے تھے۔ سکون کی لہر اسکے اندر سرائیت یہ اظہارِ تشکر تھا۔ کر گئی۔

"مجھے بھی۔" پراسرار سی آواز۔ خوشی سے لبریز افشا۔

طیار ہاؤس کے اسی لمحے اگر لاہور میں موجود اس پوش علاقے میں بنے وقت تو سارے میں سناٹا تھا۔ معمول کی طرح آج کوئی ورکر نظر نہیں آتا میں قدم رکھو سی تھی۔ البتہ اندرونی ماحول اس کے برعکس تھا۔ میوزک کی تھا۔ فضا میں خاموشی ٹی وی لاؤنج میں رکھے وی لاؤنج سے آرہی تھی۔ مدھم سی آواز تھی جو شاید ٹی صوفوں پر وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا تھا۔ حلیہ رف سا تھا۔

بال ماتھے پر بکھرے تھے اور وہ بڑے انہماک سے سامنے چلتی سکرین کو دیکھ رہا تھا۔

ہاتھ میں پاپ کارن کا باؤل تھا۔یکے بعد دیگرے وہ ایک ایک پاپ کارن کھا رہا تھا۔

ایل ای ڈی کی سکرین پر کوئی ہالی ووڈ مووی چل رہی تھی۔

کسی کے قدموں کی آواز پر اس نے زرا کی زرا رخ موڑ کر دیکھا، کلثوم بیگم اس کے ہمراہ بیٹھ رہی تھیں۔اس نے نظریں دوبارہ سامنے موڑ لیں۔

دفعتاً باہر پورچ میں گاڑی کھڑی ہونے کی آواز آئی تھی۔

چند سیکنڈ بعد اندرونی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر کلثوم بیگم سیدھی ہو بیٹھیں لیکن احتشام کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا۔وہ ویسے ہی بیٹھا پاپ کارن اور مووی سے انصاف کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اب کہ قدموں کی آوازان کے قریب آگئی۔کلثوم بیگم نے نظریں دروازے کی جانب موڑیں تو وہ ہشاش بشاش اندر داخل ہو رہی تھی۔وہ گلابی رنگ کے لباس بال شانوں پر جھول رہے تھے۔کانوں میں ہینڈز فری میں ملبوس تھی۔سنہری تھی۔اسکے ہاتھ میں بہت سارے شاپنگ بیگز لگائے وہ ساتھ ساتھ کچھ گنگنا رہی ہمراہ بیٹھ گئی۔بیگز ٹیبل پر رکھ دیے۔ تھے۔وہ انہیں سلام کرتی ہوئی احتشام کے عشال بائیں جانب۔ اب کلثوم بیگم احتشام کے دائیں جانب تھیں اور

میز پر رکھے ہوئے شاپنگ بیگز دیکھ احتشام کو اچھنبا ہوا۔

"اتنی ساری شاپنگ۔"وہ یکدم سے بولا تھا۔اسے تو جیسے صدمہ لگ گیا۔

عشال نے ببل گم چباتے ہوئے ہوئے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"آپکے پیسوں سے نہیں کی۔"وہ دانت کچکچا کر بولی تھی۔زبردستی کی ایک مسکراہٹ بھی لبوں پر سجالی۔

"ممی دیکھ رہی ہیں ناں۔" وہ سیخ پا ہوا۔

"دیکھ رہی ہوں!" کلثوم بیگم کی نظریں اسکرین پر تھیں۔

"یہ دیکھو کتنا کمبخت ہے ماری جا رہا ہے اسے۔" وہ اسکرین دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"ممی آپ نے اسکی بات سنی۔"

اس نے ان کا شانہ ہلایا۔

کلثوم بیگم نے کندھا اچکا کر اسکا ہاتھ جیسے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے بے زاری سے دیکھا تھا۔

"کس کس کی سنوں میں؟" وہ ناچاہتے ہوئے بھی سخت ہوئیں۔ احتشام نے غصے میں ایل ای ڈی کی اسکرین بجھا دی۔

"پہلے دیکھیں۔ یہ مجھے باتیں سنا رہی ہے۔" اس نے دوبارہ شکایت لگائی۔

www.novelsclubb.com

عشال نے آنکھیں گھمائیں۔

"تم اسی لائق ہو۔" وہ اس کے ہاتھ سے ریموٹ کھینچ رہی تھیں۔

"اتنی شاپنگ کر آئی ہے۔اسکو پیسے دے دیے رستم نے؟" بلآخر وہ مدعے پر آیا تھا۔

کلثوم بیگم اب کے سیدھی ہوئیں۔لبوں پر مسکراہٹ رینگی۔اور آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔وہ سفید لباس میں ملبوس تھیں۔سفید قمیص پر ہاتھ کی کڑھائی کے رنگ برنگے پھول بنے تھے پھولوں جیسا رنگ برنگا ریشمی دوپٹہ ان کے کندھے پر تھا۔بال بھی ہمیشہ کی طرح جوڑے میں بندھے تھے۔وہ فیشن ایبل تھیں۔

"آپ کو پیسے دیے رستم نے؟"

وہ متحیر ہوا۔

کلثوم بیگم اور عشال کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"وہ مجھے نہ نہیں کہہ سکتا۔" انکا چہرہ چمک اٹھا۔ کیا مان تھا؟

"اور اسکو بھی؟" احتشام حقیقتاً حیران ہوا تھا۔ عشال کے لبوں کی تراش پر مسکراہٹ ابھری۔ طنزیہ اور استہزایہ مسکراہٹ۔

"ممی یہ ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔" وہ رو دینے کو تھا۔

"آپ بھی اڑ ہی رہے تھے۔" وہ طنزیہ بولی۔ وہ کونسا کسی سے کم تھی۔ اسکی رنگت میں نکھار آیا تھا۔ وہ یوں لگتی تھی جیسے زمانے بھر کی خوشیاں اسکے دامن میں آن گری ہوں۔

"کیا کیا خرید لائی ہو؟" پرجوشی سے پوچھا۔

"سب کچھ۔" وہ شاپنگ بیگز کھولنے لگی۔

"ممی وہ بدل گیا ہے؟ یا میرے ساتھ اسکا رویہ بدلا ہے؟"

وہ ششدر تھا۔ اس سے یہ سب ہزم نہیں ہو رہا تھا۔

"وہ بدلا نہیں ہے۔یہ اسکا اصل ہے۔اور اصل چھپائے نہیں چھپتا۔"ان کا دھیان اب شاپنگ بیگ سے نکالے ہوئے سرخ جوڑے کی طرف نہیں تھا۔وہ اب احتشام کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ شروع سے ایسا تو نہیں تھا۔"اسکے لب ہلے۔

یہ لہجے کی سختی،اور سنگ دلی اس ""وہ شروع سے ایسا ہی تھا۔"انہوں نے کہہ دیا۔ اثر بولی تھیں۔ کا اصل ہے۔"وہ کسی سوچ کے زیرِ

"ممی اسے قابو میں رکھیں ورنہ آپ پچھتائیں گی۔"وہ غصے سے بولا۔انداز میں تنبیہ تھی۔

www.novelsclubb.com

" کلثوم کے لیے نہیں بنے۔ پچھتاوے"

کی آنکھیں چمکی تھیں۔ ان

" کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے،رہے گا تو پنجرے میں ہی۔ شیر"

انہوں نے ہاتھ کی مٹھی بنائی۔

"ابھی آپ یوں کرتی رہیں بعد میں۔۔۔"اسکی بات ادھوری رہ گئی۔

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی،آپ جلنا تھوڑا کم کریں مجھے گرمی لگ رہی ہے۔"عشال نے تپے ہوئے کو مزید تپا دیا تھا۔

وہ غصے سے پیر پٹکتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھ لوں گا میں تمہیں بھی۔ہنہہ"جوتے پاؤں میں اڑسے اور تن فن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"آئے بڑے۔"عیشال نے منہ کے زاویے بگاڑے۔کلثوم بیگم کی نظریں اسی پر تھیں۔وہ بھی اب اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔

"میں زرا اپنی شاپنگ دیکھ لوں۔"وہ تمام شاپنگ بیگز لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کلثوم بیگم تنہا بیٹھی رہ گئی تھیں۔ان کی آنکھیں پر سوچ تھیں۔ذہن کہیں الجھا ہوا تھا۔انہوں نے سر جھٹکا۔یہ تو روز کا معمول تھا۔

اب وہ ریموٹ اٹھائے دوبارہ ایل ای ڈی کی اسکرین آن کر رہی تھیں۔

نظر آئے گا۔ہاتھ رستم طیار چوکھٹ میں کھڑا میں واپس آؤ تو تمہیں سٹوڈیو کو کال ملا رہا تھا۔اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ احسن میں تھامے موبائل پر وہ بار بار سے رابطہ کرنا تھا۔ گئی تھیں۔اسے بس اس موبائل اسکرین پر جمی سی نظریں دوست غم میں تھا تو اسکا دل بھی دکھ رہا تھا۔ اسکا حال جاننا تھا۔اسکا

دوست وہی مگر سچا لوگ کہتے ہیں ہم تمہارے دوست ہیں۔ کو تو بہت کہنے اور تمہارا غم اُسے ہوتا ہے جو تمہاری مسکراہٹ میں اپنی خوشی محسوس کرے پریشان کر دے۔

اداسی میں لپٹا چہرہ اسکرین پر جھکائے بیٹھا تھا بلال کے "رستم" کہنے پر اس جو وہ میں اڑسا۔ جیب نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر موبائل کو

"اچھا اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟" ماربل فرش جو گرد سے ڈھکا تھا مہنگے لباس میں ملبوس رستم طیار فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"یہ جگہ تمہارے قابل نہیں۔" لہجہ قلق آمیز تھا۔

"اوہو بلال... بیٹھنے کے لیے زمین سے اچھی کوئی نشست نہیں ہوتی کیوں کہ زمین پر بیٹھ کر گرنے کا ڈر نہیں ہوتا۔" بلال مسکرایا۔ رستم طیار نہیں بدلا تھا۔ پیسہ، اور عہدہ انسان کو مغرور بنا دیتا ہے مگر رستم طیار آج بھی عاجز تھا۔ بلال کی سوچ نے اسکی مسکراہٹ کو مزید گہرا کیا۔

وہ اسکے ہمراہ بیٹھ گیا۔

"یہ سب کیسے کروگے ؟ کمپنی تباہی کے دہانے پر ہے پیسے کہاں سے آئیں گے ؟"

اسکا انداز سرسری تھا۔لہجے میں طنز و طعنہ نہیں تھا۔

بلال نے اسکی جانب دیکھا۔مدھم روشنی میں اسکا نیم رخ نمایاں تھا۔وہ مسکرا رہا تھا۔اب کی بار رستم نے گردن موڑی۔"پیسوں کی بات مت کرو مجھ سے۔"وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"اس عمارت کو بنانے کے لیے جتنے پیسوں کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ میں ایک ویڈیو سے کما سکتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

ایک پبلک اسپیکر نے جتایا تھا۔ ایک یوٹیوبر نے کہا تھا۔ رستم طیار نے نہیں یہ

بلال نے سر اہنے کے انداز میں اسے تکا۔

"ہاں ہاں... فین فالونگ۔"اس نے گردن کو خم دیا۔

"تم ٹھیک ہو؟"اب کہ یہ استفسار ایک دوست کا تھا۔جس میں فکر تھی،رنج تھااور محبت تھی۔

"پانچ سال...پانچ لمبے سال گزر گئے لیکن وہ منظر آج بھی ایسے واضح ہے جیسے کل کی بات ہو۔"اسکے لب ہلے رہے تھے مگر آنکھوں کے سامنے چلتا منظر حال کا نہیں تھا۔

)لڑکھڑاتے قدم،شل ہوتا دماغ،اور خواب بکھیرتے ہوئے ہاتھ۔

سٹوڈیو کا منظر تھا۔سفید اور بلیو امتزاج کی دیواروں سے وہ تصویریں گرا رہا تھا۔کانچ،ٹوٹ کر اسکی پنڈلی میں گیا۔وہ بلبلایا...نہ ہی سسکا۔اس نے چھت پر لٹکتے بلب کو کھینچ کر فرش پر دے مارا۔ہاتھوں پر کٹ لگ چکے تھے۔خون کے قطرے فرش پر گر رہے تھے۔

"میں دستبرداری دیتا ہوں اپنے خوابوں سے۔اپنے حق سے۔اپنے فرض سے۔"

وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہا تھا۔باہر آسمان تاریک تھا سٹوڈیو میں بھی اندھیرا چھا گیا۔

رستم طیار کا دل بھی کسی کال کوٹھری کا قیدی بن گیا۔)

"پیچھے تم نے لیے تھے رستم۔غلطی تمہاری تھی۔ قدم"

نے اسے اس بات کی یاد ہانی دی جو وہ بھول نہیں سکا تھا۔اسکی آواز سماعت بلال

تھیں۔جو کچھ اس اس ویران جگہ کو دیکھ رہی رستم کی نگاہیں اب سے ٹکرائی اور

وہی سب آج اسکو اذیت دے رہا تھا۔ تھا نے چند سال قبل بکھیرا

"میں نے انہیں خوش کرنے کے لیے...اپنے خوابوں کو ترک کیا۔انکی مرضی کے

کیا ملا مجھے؟خاموشی مایوسی اور یہ ویران جگہ۔" لیے اپنی زندگی کا راستہ بدلا۔

(رستم بلیو جینز کے ساتھ برگنڈی رنگ کی شرٹ میں ملبوس تھا۔گلے میں چین لٹک رہی تھی۔بالوں کی کٹنگ سٹائلش تھی۔ہلکی بڑھی ہوئی داڑھی۔وقت کے اس لمحے میں وہ بلکل مختلف دکھائی دیتا تھا۔

"تم یہ سب چھوڑ دو بیٹا۔"

رستم نے پیشانی پر بل لیے ماں کو دیکھا۔جو بیڈ پر اسکے ہمراہ بیٹھی اسے کہہ رہی تھیں۔

"مگر ماں...آپ فکر مند نہ ہوں۔میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ابھی دو مہینے ہوئے ہیں مجھے کمپنی چلاتے ہوئے۔بننے میں وقت لگا تھا۔چلنے میں بھی وقت لگے گا۔"وہ انکی بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

"میں نہیں چاہتی کہ مستقبل میں یہ فیصلہ تمہیں اذیت دے۔"وہ متفکر سی گویا تھیں۔یا ان کے لہجے میں فکر صرف اسے ہی دکھ رہی تھی۔

"مگر...ماں...."

"اگر مگر کچھ نہیں۔تم اس کمپنی کو بند کر دو اور یہ تمہاری ماں کا حکم ہے۔" یہ وار آخری تھا۔اس کے بعد رستم کے دل سے اختلاف کی سبھی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں۔

"یہ بابا کا خواب تھا۔"

"بابا کا حکم تھا کہ ماں کا کہا ماننا۔"

یہاں رستم کی بس ہوئی تھی۔

اور اس رات کمپنی کو تالا لگ گیا تھا کیونکہ رستم کی ماں کا حکم تھا۔)

www.novelsclubb.com

"اسپیکر بننا تمہارا شوق تھا۔تم کبھی اس فیصلے پر رنجیدہ نہیں تھے۔" وہ ہر بات میں اس سے اختلاف رکھتا تھا۔

"میں نے شوق کے لیے اپنا فرض چھوڑ دیا۔"

"غلط کیا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بے چین تھا۔ اپنی کوتاہی کا اعتراف کر رہا تھا۔ لہجہ نم تھا۔

"شوق کے لیے فرض نہیں چھوڑے جاتے۔"

"شوق پورے نہ ہوں تو زندگی آسانی سے کٹ جاتی ہے۔ اور فرض چھوٹ جائیں تو کٹھن سزائیں ملتی ہیں۔ اتنی کٹھن کے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔" ملال، قلق حد سے سوا ہو گیا۔

کتنی راتیں جاگ کر گزری تھیں؟ کتنے آنسو گالوں پر بہہ گئے تھے، کتنے نشتر روح میں چبھ گئے تھے وہ اسے کیسے بتاتا کہ یہ سب چھوڑنا اسکے لیے سہل نہیں تھا۔

"میں نے اپنے خوابوں کا خون بہا کیا۔ مگر کبھی بھی انہیں دفن نہیں ہونے دیا۔ مجھے اسے پھر سے زندگی دینی ہے اور اس بار مجھے خدا کے سوا کوئی نہیں روک سکتا۔" وہ پر عزمی کے اس راستے تھا پر جہاں سے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"تم بس جو کام بولا ہے وہ کرو۔" وہ پلٹا۔

بلال نے اسے دیکھا۔اسکی آنکھیں نم تھیں۔وہ اشک خود کی غلطیوں پر ملال کے تھے۔

"میں کل ہی ورکرز کا انتظام کر کے یہاں کام شروع کروا دیتا ہوں۔"

میں اطراف پھر وہ جواب پر رستم نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔ اسکے دیکھنے لگا۔

" جگہ بہت گندی ہو چکی ہے۔ایک اور کام تمہارے ذمے ہے۔ یہ"

"میں خاکروب نہیں ہوں بھائی۔" اسکا اگلا جملہ سمجھ کر وہ فی الفور بولا۔

نے حیرت سے اسے دیکھا۔ رستم

" تمہاری ویسے خاکروبوں والی ہے۔ اچھا۔۔۔ شکل"

"شکل سے کیا ہوتا ہے؟ معیاری آدمی ہوں میں۔" اس نے فخر سے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں میرے لیے اتنا تو کر ہی سکتے ہو۔"

رستم کے لہجے میں اب شرارت تھی۔

"میں یہ نہیں کر سکتا اسپیکر صاحب.... کافی امیر ہیں آپ۔ایک ویڈیو کے پیسے خاکروب کو دے دیجیے گا۔" وہ دور سے ہی سرخ جھنڈی دکھا رہا تھا۔

"ہی بے مروّت ہو تم۔ بہت"

بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ تاسف

" نے ایک پلیٹ بریانی کی آفر پر ہی سارا سٹوڈیو چمکا دینا تھا۔ احسن"

www.novelsclubb.com

کی بار رستم کے لب مسکرا رہے تھے۔ اب

"احسن.... کہاں میں؟ کہاں"

نے سرد آہ بھری تھی۔ بلال

" کا میں دیکھ لوں گا۔تم کیا کر رہے ہو؟ یہاں"

"میں شادی کر رہا ہوں۔"

"کیا؟" اسکی آواز بلند تھی۔یہ کیسا جواب تھا؟

"میرے کانوں نے کچھ غلط تو نہیں سن لیا۔چٹکی کاٹنا۔" اس نے بازور ستم کے سامنے کر دیا۔

"نہیں بھئی....سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کب ہے شادی؟انویٹیشن کارڈ کہاں ہے؟" اسکے تاثرات مختلف تھے۔بے یقینی کی انتہا تھی۔اب وہ ثبوتوں کا طلبگار تھا۔

"نہیں چھپوانا۔دنیا کو تھوڑی بتانا ہے کہ شادی ہے میری۔" وہ سکون سے بولا۔

"خفیہ شادی۔" تشویش بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

رستم نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"تو مجھے کیوں بتا رہے ہو؟" اسکا تجسس تمام ہوا تھا۔ مطلب کے یہ مذاق تھا۔ سکھ کا سانس لیا۔

"قاضی کو تو بتانا پڑے گا ناں کہ نکاح پڑھوانا ہے۔"

"میں نہیں بابا۔ احسن تو میری جان ہی نکال دے گا۔ بلال کی آنکھوں کا تاثر بدلا۔ "وہ خوف زدہ ہو گیا۔

رستم کی نظروں میں ماضی کا وہ منظر سمایا جب بلال نے رستم سے شادی کا سوال کیا تھا اور احسن نے اس سے دوستی ختم کرنے کی دھمکی لگا دی تھی۔ اسکی بات اور اپنی سوچ کے زیرِ اثر رستم کھلکھلا کر ہنسا تھا۔ بلال نے دل ہی میں اسکی ہنسی کی نظر اتاری تھی۔

رات کے پہر اسلام آباد میں بارش کی بوندیں زمین پر گر کر پراسرار موسیقی کا سماں باندھ رہی تھیں۔

دو گھنٹوں سے مسلسل بارش کی وجہ سے سڑک پر پانی بھر چکا تھا۔ گہری تاریکی میں جہاں سڑک پر دور دور تک کوئی گاڑی دکھائی نہ پڑتی تھی اسکی بگاٹی ڈیوو سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ آج ڈیزائنز کا کام ختم کر کے وہ جیولری شاپ سے اب گھر جا رہی تھی۔ بگاٹی ڈیوو کے ٹائر سڑک پر پانی کے چھینٹے اڑاتے ہوئے، منزل کی جانب رواں تھے۔ ونڈ شیلڈ پر بوندیں تیزی سے گر کر ایک ساز پیدا کر رہی تھیں۔ وائپرز کی تیز حرکت کے باوجود بوندوں کا کھیل جاری تھا۔ بارش طوفانی تھی، اور بگاٹی ڈیوو کی سپیڈ بھی کسی طوفان سے کم نہ تھی۔ وہ کسی ماہر ڈرائیور کی طرح سڑک کے ہر موڑ کو پھسلن کے باوجود چوکنے سے پار کر رہی تھی۔

وہ اب ایک روشن سڑک پر تھی۔ بارش کے پردے میں شہر کی روشنیاں دھندلا گئی تھیں۔ وقفہ بہ وقفہ بادل گرج کر اپنے ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔ وہ جو سبک

www.novelsclubb.com

روی سے بڑھ رہی تھی دفعتاً اسکی گاڑی کے ٹائر چرمرائے اور بگاٹی ڈیو وغیر متحرک ہو گئی۔اس نے بیک ویو مرر میں دیکھا۔اسکی نظروں میں سڑک کنارے کھڑی ایک گاڑی آئی تھی۔جس کے پاس بارش میں بھیگتا ایک وجود ہاتھ میں ٹائر تھامے کھڑا تھا۔اس چہرے سے وہ شناسا تھی۔لبوں پر دلفریب تبسم ابھرا۔گال کے گڑھے نے اپنی چھپ دکھائی۔اس نے اسٹیرنگ گھما کر گاڑی کو ریورس کیا۔وہ گاڑی سے اتری۔سیاہ چھاتہ اوڑھے وہ سڑک کنارے کھڑی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔اسکی سرخ ہیل پانی میں غوطے کھا رہی تھی مگر اس پل اسکا دھیان کہیں اور تھا۔

www.novelsclubb.com

وجود سڑک پر پنجوں کے بل بیٹھا اب ٹائر بدل رہا تھا۔سڑک پر روشنی کے وہ بارش کی بوندیں موتیوں کی مانند چمک رہی تھیں۔اس نے ستونوں کے برعکس اوڑھا۔ایک دم بوندوں کے برسنے کا راستہ رک چھاتہ بارش میں بھیگتے وجود پر اسے اپنے پاس کسی وجود کی موجودگی کا گیا۔وہ جو منہمک سا اپنے کام میں مگن تھا،

بے یقینی تھی۔روشنی کے ستونوں احساس ہوا۔سر اٹھا کر دیکھا۔اسکی آنکھوں میں میں وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

"میں ڈراپ کر دیتی ہوں۔"وہ آنکھوں میں ہمدردی لیے رسانیت سے بولی۔

اسکی پیشکش پر رستم کے تاثرات بدلے تھے وہ پھر سے ٹائر کی جانب متوجہ ہوا۔

"نو تھینکس۔"پیشکش رد کر دی گئی۔

کہکشاں نے بھنویں اچکائے۔"ڈیٹس گریٹ،اپنوں کو تھینکس کہنا بھی نہیں چاہیے۔"

اسکے انداز اور باتوں پر رستم کی حیرت چھپائے بھی نہیں چھپ رہی تھی۔اس بار اس نے کچھ نہیں کہا۔البتہ وہ ٹائر بدلنے کا کام ختم کر چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہو گیا۔" وہ بولا۔ لہجے میں واضح اشارہ تھا کہ اب آپ اپنا راستہ پکڑیں۔ وہ گاڑی کے دروازے تک بڑھا۔ اس سے قبل کہ وہ اندر بیٹھتا۔ ہوا میں بارش کی بوندوں کے ہمراہ ابھرتی آواز پر وہ ساکت ہوا۔

"کیا آپ پاگل ہیں؟" وہ بلند آواز میں بولا تھا۔ چھتری کی چھاؤں میں بیٹھی وہ لڑکی جو رینج روور کے پچھلے ایک ٹائر میں سے ہوا نکال چکی تھی اسکے سامنے تھی۔

صدمے کی الگ داستان اس کے پانی سے تر چہرے پر رقم ہو گئی۔

وہ اٹھی۔ ہاتھ یوں جھاڑے جیسے قلعہ فتح کیا ہو۔

" ڈراپ کر دیتی ہوں۔ میں"

پیشکش کی گئی۔ رستم نے لب کاٹے۔ سب راستے مسدود ہوتے نظر آئے۔ دوبارہ نہیں تھا جسے وہ بدل لیتا۔ دور دور تک کوئی ٹیکسی دکھائی نہ پڑتی اب تو کوئی ٹائر بھی کر وہ مسیحا بنی اب سوالیہ نظروں سے اسے تک رہی تھی۔ تھی۔ اسکا کام بگاڑ

"چلیں۔" وہ کہتے ہوئے چل پڑی۔ رستم نے اسکی پشت کو گھورا۔ ہاتھوں کی مٹھیوں کو بھینچ کر خود پر ضبط بنائے رکھا۔

وہ بگاٹی ڈیوو میں جا بیٹھی۔ جبکہ رستم برف کا مجسمہ بنا وہیں کھڑا تھا۔ اسے ہوش ہوا میں گونجتے ہارن کی وجہ سے آیا تھا۔ چند سیکنڈز میں رستم بنا کوئی سوال جواب کیے بگاٹی ڈیوو کی پیسنجر سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی اور اسکی مسکراہٹ رستم سے چھپی نہ تھی۔ کہکشاں نے اسٹیرنگ گھمایا رستم کی نظریں ان سے کچھ فاصلے پر کھڑی رینج روور پر تھیں۔

"ڈونٹ وری.... آپکی گاڑی صبح تک صحیح سلامت آپکے پاس ہو گی۔"

"اس سب کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔

"میں نے میکنک کو فون کر دیا ہے وہ آپکی گاڑی لے جائیں گے۔" وہ اپنی کہے جا رہی تھی۔ رستم بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ گاڑی سڑک پر ہولے ہولے آگے بڑھ رہی تھی۔

"کہاں جانا ہے؟"اس نے بنا دیکھے سوال کیا۔رستم کے ایڈریس بتانے پر وہ سڑک کا موڑ کاٹ گئی۔

"یہاں فارم ہاؤس میں رہتے ہیں آپ؟"

"جی ...."

پرانا کوئی دوست ملا ہو۔ رستم نے لب بھینچے۔وہ یوں محو گفتگو تھی جیسے برسوں بلاتے تھے کے کے واللہ یہ وہ کہکشاں نہیں تھی جسے سب ۔

"گاڑی آپکے فارم ہاؤس آجائے گی۔"

رستم کو اس کے سوال پوچھنے کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔

"اس سب کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ پھر سے بولا۔

"ضرورت کیوں نہیں ہے۔؟"وہ خفا ہوئی تھی۔

"ہونے والے شوہر کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔"

اس بات پر رستم میاں کا چہرہ کندھاری ہو گیا۔ اور

وہ لاجواب ہوا تھا۔اب طے تھا کہ وہ کچھ نہیں بولے گا۔ باقی کا سفر خاموشی سے کٹا تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد گاڑی روشنیوں کے حصار میں جھلملاتے فارم ہاؤس کے گیٹ کے پاس رکی تھی۔

رستم گاڑی سے اتر کر گیٹ کی جانب بڑھنے والا تھا کہ....

"سنیں۔"اس کی آواز پر رستم پلٹا۔اس نے شیشہ نیچے کیا۔

"شکریہ نہ سہی"اس نے سانس کا توقف کیا۔

"اندر آنے کو بھی نہیں کہیں گے ؟۔"اپنا پن اسکی باتوں سے ہی نہیں آنکھوں سے بھی چھلکتا تھا۔

"نہیں۔"جواب فوراً سے پہلے آیا تھا۔وہ سائیڈ ونڈو پہ ہاتھ رکھ کر جھکا۔ بھوری آنکھیں، سبز آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔

"میں رات کے پہر نا محرم عورتوں کو گھر آنے کی دعوت نہیں دیتا۔"اسکا لہجہ مستحکم تھا۔آواز گھمبیر اور تاثرات سنجیدہ۔

"تو محرم بنا لیجیے ناں۔"شریر لہجے میں دائیں آنکھ دباتے ہوئے وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔رستم اس کے انداز تصادم اسکی باتوں پر ٹھٹھکا تھا۔کیا تھی یہ لڑکی؟

اس نے تاسف سے سر کو نفی میں ہلایا۔اس سے قبل کے وہ گیٹ تک کا سفر طے کرتا اسکی نظروں کا رخ اس سے دور جاتی بگاٹی ڈیوو کی جانب ہوا جو کہ طیارے کی طرح ہواؤں سے گویا تھی۔

کہکشاں غیر متوقع ملاقات اور غیر متوقع گفتگو نے اسکی رنگت کو سرخ کر دیا تھا۔کے اسکی زندگی میں آنے کے بعد غیر متوقع حالات و واقعات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

یہ سلسلہ کب تمام ہونا تھا؟رب جانے۔

کے کے کریئشنز۔

کے کے کریئشنز میں صبح صبح ہی گہما گہمی کا ماحول تھا۔ تمام ایمپلائز کے ذمے آج ساپوری محنت اور کہکشاں کے ڈر سے ہر کوئی منہمک لگائے گئے تھے۔ اہم کام تھے۔ رستم لگن سے اپنا کام کر رہا تھا۔ کہکشاں کے ہمراہ دو لوگ میٹنگ روم میں طیار سفید شرٹ کے ساتھ سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔ کہنیاں میز پر رکھے، ہاتھوں متوجہ تھا۔ وہ سکرین کی جانب کی مٹھیوں پر چہرہ ٹکائے

عدیل کھگہ سکرین کی ایک جانب کھڑا تھا جبکہ کہکشاں دوسری جانب۔

"یہ ڈیزائنز ہیں۔جو آپکی ہدایات کے مطابق ہی بنائے گئے ہیں۔"کہکشاں سکرین میں نمایاں تصویروں کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔رستم کی نظریں سکرین سے نہیں ہٹیں۔

"یہ کچھ بریسلٹس ہیں۔البتہ ٹریڈ شنل ڈریسز کے ساتھ کانچ کی چوڑیاں پہنی جاتی ہیں۔"وہ رکی رستم کی جانب دیکھا جو کہ ابھی بھی سکرین کو دیکھ رہا تھا اسی انہماک سے اسی توجہ سے۔

"مگر ڈائمنڈ جیولری بنانے والی کانچ کی چوڑیاں نہیں بنا سکتی تھی۔"وہ اب اپنے انداز میں بولی تھی۔ازلی سنجیدگی۔ازلی خود شناسی۔

www.novelsclubb.com

رستم نے گہری سانس لی۔چہرہ ہاتھوں سے اٹھایا۔

اسے دیکھا جواب پھر سے سکرین کی جانب متوجہ تھی۔

"میں ان ڈیزائنز کو سکرین پر نہیں، حقیقت میں دیکھنا چاہوں گا۔" اسکے کولیبوریٹر نے یہ مطالبہ کیا تھا۔

اسکی بات پر وہ پلٹی۔ یک دم میٹنگ روم میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔ وہ ایسے ہی پہلے کسی کو جیولری کے سیمپلز نہیں دکھاتی تھی۔ مگر.....

"عدیل۔" کہکشاں نے اسے پکار کر اشارہ کیا تو وہ میٹنگ روم سے باہر نکل گیا۔

اس نے سکرین سیاہ کر دی۔ کرسی سنبھال کر وہ اسکے مقابل ہو بیٹھی۔ رستم موبائل نکال کر خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا۔

کہکشاں کی نظریں اسکے چہرے پر ٹکی تھیں۔ رستم اسکی نظریں خود پر محسوس کر سکتا تھا۔ اسکی نظروں کی تمازت سے رنگت متغیر ہو رہی تھی۔ سر اٹھا کر اسے دیکھا تو بھوری آنکھیں سبز آنکھوں سے ٹکرا گئیں۔

دل پھڑ پھڑایا۔

"آپ کو کسی نے بتایا ہے آپ کو لوگوں کو تاڑنے کی بیماری ہے۔"اس نے موبائل میز پر رکھ کر کہکشاں کے رستم کو بنا پلک جھپکے دیکھنے پر چوٹ کی۔

"اونہوں۔"وہ مسکرائی۔"تصحیح کریں... صرف حسین لوگوں کو تاڑنے کی بیماری ۔"وہ جس وثوق اور نرمی سے بولی رستم کی رنگت سرخ ہوئی تھی۔وہ سٹپٹایا۔پھر سے موبائل تھام کر خود کو مصروف کر لیا۔

اتنے میں ہی عدیل کھگہ ایک دوسرے پر تہہ لگے سیاہ غلافوں والے ڈبے تھامے میٹنگ روم میں آیا تھا۔

"باس سب ڈیزائنز آ گئے ہیں۔"اس نے ان ڈبوں کو میز پر رکھا۔رستم اب پھر سے انکی جانب متوجہ تھا۔کہکشاں نے بنا کچھ بولے تمام ڈبوں کو اسکے سامنے رکھا۔ اس میں سے ہیروں سے جڑے زیورات نکال نکال کر رستم طیار دیکھ رہا تھا۔

چمکتے ہیروں والے زیورات، کہکشاں کے ہنر کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

رستم کے لبوں پر امنڈتا تبسم اس بات کا گواہ تھا کہ ڈیزائنز اسے پسند آئے تھے۔

عدیل کھگہ اجازت طلب کرتے ہی میٹنگ روم سے باہر نکل گیا۔

"آپ بہت ہنر مند ہیں۔" وہ تعریف کر رہا تھا۔اسکی آنکھیں ستائش بھری تھیں۔

"آپ بہت ہینڈسم ہیں۔" کہکشاں نے بھی ہو بہو اسی کے انداز میں کہا۔رستم ٹھٹھکا۔

"ہم کام کی بات کریں تو ہی بہتر ہے۔" وہ جیسے چڑ کر بولا تھا۔

گیا۔ "میں نے کام کی بات ہی کی ہے۔" دھیمے لہجے میں کہا

رستم کو کون سمجھائے کہ مقابل 'کے کے' تھی۔جو اپنی غلطی کے باوجود بھی غلطی تسلیم نہیں کرتی تھی۔

"مجھے ڈیزائنز پسند ہیں۔"

"مجھے آپ۔ اور"

www.novelsclubb.com

شتابی سے ملا تھا۔ جواب

۔ نے ماتھے پر امنڈتے پسینے کے قطرے صاف کیے رستم

"خان ٹیکسٹائل چاہتا ہے کہ پری شوٹ ہو جائے۔تاکہ کسی بھی غلطی کی گنجائش نہ رہے۔"وہ بات بدل گیا۔

اس نے تمام ڈبے بند کر دیے۔کہکشاں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شیور۔"

"Perfection is the part of my work"

www.novelsclubb.com

وہ وثوق سے بولی۔رستم نے تائیدی سر ہلایا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب آپ پیپرز سائن کریں گی۔"وہ اب اس لڑکی کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔

"Sure ,come to my office"

وہ کہتی ہوئی چل پڑی۔رستم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے تعاقب میں چل دیا۔

چند منٹ بعد وہ دونوں کہکشاں کے آفس میں بیٹھے تھے۔کہکشاں کے ہاتھ میں سفید کاغذات تھے۔جن پر وہ پنسل سے الفاظ گھسیٹ رہی تھی۔

رستم طیار اس کے مقابل بیٹھا اسکے ہاتھوں کی جانب متوجہ تھا۔اسکے گورے ہاتھوں کی انگلیوں میں سے ایک انگلی پر بس سیاہ ہیرے والی انگوٹھی تھی۔لیکن رستم کی نظر انگوٹھی پر نہیں تھی بلکہ وہ اسکے ہاتھ میں موجود قلم کو دیکھ رہا تھا۔

"لیں جی ہو گیا میرا کام۔"اس نے پین ایک طرف رکھا پھر پیپر فولڈ کر کے رستم کی جانب بڑھا دیا۔

رستم نے بے تاثر چہرے سے کاغذات تھام لیے۔

دفعتاً کہکشاں کا موبائل رنگ ہوا۔

اس نے کال لیس کرتے موبائل کان سے لگایا۔

"جی محترم۔؟"اسکے الفاظ سنتے ہی رستم نے ٹھٹھک کر اسکی جانب دیکھا۔

"میں بس....فری ہو گئی ہوں۔"وہ کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آرہی ہوں عبداللہ...نہ بھی فری ہوتی تو تمہارے لیے آہی جاتی۔"وہ کسی دوسرے وجود کی موجودگی سے بے نیاز ہو کر کہہ رہی تھی۔

اس نے کال بند کر کے فون کوٹ کی جیب میں اڑسا۔رستم کی تفتیشی نظریں خود پر محسوس کرتے اس نے بھنویں اچکائے۔

"وہ ایک گلاس پانی مل سکتا ہے۔"ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے وہ تھوڑا جھجک کر بولا تھا

۔

"جی جی۔۔۔شیور۔"اس نے بھی مہمان نوازی میں کسر نہ رکھی۔

"ایکچلی۔۔۔مجھے کچھ ڈیزائنز اپروو کرنے ہیں اور کچھ امپورٹنٹ کام ہے۔"

وہ دروازے کی جانب بڑھی۔

رستم کو اسکی وضاحت دینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"میں پانی بجھواتی ہوں۔"اتنا کہتے ہی وہ جلد بازی میں آفس سے باہر نکل گئی۔

اسکے جاتے ہی رستم اس قلم پر جھپٹا جس سے اس نے دستخط کیے تھے۔

بے یقینی کی انتہا تھی۔وہ ٹٹول کر قلم کی تفتیش کر رہا تھا۔

"نمبر ہے۔ ایک"

جب تسلی ہوئی کہ دستخط اصلی قلم سے کیے گئے ہیں بولا۔ سکھ بھری سانس لی۔ وہ تو قلم کو واپس میز پر رکھ دیا۔اب وہ کرسی سے ٹیک لگائے اسکے آفس کو بغور دیکھ رہا تھا جس کی ایک ایک چیز کو اس نے کے کے سے اس کے آفس میں ہونے والی پہلی ملاقات میں بھی ملاحظہ فرمالیا تھا۔

ورکر گلاس میں پانی لیے اندر طیار خان کے لیے ایک دومنٹ بعد رستم تقریباً جانے کے لیے تیار تھا پانی دیکھ کر مسکرایا۔پیاس تو اسے لگی ہی آیا تھا۔رستم جو کہ کہکشاں کے جانے کا منتظر تھا۔ نہیں تھی وہ تو بس

"شکریہ۔" ورکر پانی دیتے ہی باہر چلا گیا۔جبکہ چوکھٹ میں ایک وجود کی آمد پر رستم کی نظروں نے دروازے تک کا سفر کیا۔دروازے میں کھڑی سیرینہ گھنگریالے بالوں میں ایک ہاتھ کی انگلی الجھائے دوسرے ہاتھ میں سفید کاغذات تھامے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ قدم بہ قدم چلتی ہوئی میز کے پاس آکر رکی۔"ہیلو سر...."

اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رستم

"سر میم کہاں ہیں۔؟" وہ میز پر کاغذات رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔لہجے میں شیرینی گھول رکھی تھی۔

"ڈونٹ نو۔" وہ جواس کو وضاحت دے کر گئی تھی رستم نے دو لفظوں میں ہی کندھے اچکا کر بات ختم کر دی تھی۔

"اوہ۔" وہ افسردہ ہوئی۔پھر بہانہ تلاشا۔

"مجھے ڈیزائنز چیک کروانے تھے۔" لٹوں کو مروڑنے کا کام عروج پر تھا۔اور آنکھیں حسرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔جیسے کسی پرستار کو دیکھ کر اس کے فیینز کی پھیلتی ہیں۔

"سر میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔آپ کے لیکچرز۔" اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔اس کے اطوار سے ہی معلوم پڑ جاتا تھا کہ وہ رستم کی 'کس حد تک 'فین ہے۔

"سر کیا آپ مجھے آٹو گراف دیں گے۔؟ پلیز" وہ جس محبت اور مان سے بولی رستم انکار نہ کر سکا وہ اپنے فینز کو انکار کرتا بھی نہیں تھا۔

"شیور۔"

اسکے کہتے ہی سیرینہ کی باچھیں کھل گئیں۔آنکھوں میں خوشی ہلکورے لینے لگی۔اس نے فٹ سے وہ پیپر جن پر ڈیزائن بنا تھا رستم کے سامنے رکھ دیا۔

"اس پر تو ڈیزائن ہے۔" وہ جو میز سے کہکشاں کا ایک نمبر والا قلم اٹھا چکا تھا فوراً سے بولا۔

"سر یہ میں نے بنایا ہے۔" وہ چہک کر بولی۔نمبر بڑھوانے کی ادائیں۔

"اہمم۔۔۔اٹس سو گڈ۔"

"اسی لیے ہمیشہ کی طرح کے کے میم اسے ریجیکٹ کرنے والی ہیں۔" اسکے چہرے کی جوت بجھ گئی۔ہونٹ لٹک گئے۔

"اسکو نہیں کریں گی۔یہ واقعی بہت اچھا ہے۔"رستم نے اسکی ہمت بندھا کر دل ہی خوش کر دیا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے دوسرا کورا کاغذ اب اسکے سامنے رکھ رہی تھی۔

"میم ہمیشہ میرا ڈیزائن ریجیکٹ کر دیتی ہیں۔"

"میرے خیال سے غلط کرتی ہیں۔"وہ بلا تامل بولا۔

"نو....نیور۔"وہ فی الفور بولی۔رستم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"وہ فلٹر ڈواٹر کو بھی گدلا کہہ دیں تو ماننا ہی پڑتا ہے۔"رستم نے اسکے تاثرات جانچے ۔اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیونکہ کے کے کبھی غلط نہیں ہوتی"عجب وثوق تھا عجب مان تھا۔

یہ وہ سیرینہ بلکل نہیں تھی جو اسے شیطان کی کاپی کہتی تھی۔یہ تو کہکشاں سے مرعوب لوگوں میں سے ایک تھی۔

رستم لمحہ بھر کے لیے متحیر ہوا۔ پھر وہ سر جھٹک کر دستخط کرنے لگا۔ سیرینہ کو آٹو گراف مل چکا تھا وہ اس چیز کو لے کر خوش تھی اور رستم کو کہکشاں کے دستخط مل چکے تھے وہ اس چیز کو لے کے خوش تھا۔ یوں آج سیاہ در و دیوار والے آفس نے مُختلف نفوس کی خوشیوں کو خود میں مقید کیا تھا۔

وہ کے کے کر ئیشنز کے خارجی دروازے سے باہر نکلا۔ کوٹ حسبِ عادت بازو پر لٹکا رکھا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ شیڈز تھے۔ دروازے پر ایستادہ گارڈ نے اسے سلام کیا جس کا جواب دیتے ہی اس نے جیب سے نکال کر سڑک پر ہلکی دھوپ میں چمکتی رینج روور کی چابی انگلی میں گھمائی۔ وہ گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسکی گاڑی کے ہمراہ بگاٹی ڈیوو کھڑی تھی۔ سامنے ہی اسے بگاٹی ڈیوو کے عقب میں کھڑی کہکشاں

کی پشت دکھائی پڑتی تھی۔اسکے مقابل بدر حسین کھڑا تھا۔وہ دونوں اس کی موجودگی سے ناآشنا تھے۔رستم نے ایک سرسری نگاہ ڈال کر رینج روور کا دروازہ کھولا۔وہ گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا جب اس کی سماعت سے بھاری مردانہ آواز ٹکرائی۔

اسکے بڑھتے قدم تھم گئے۔

"تم حد سے تجاوز کر جاتی ہو۔ہر بار..."بدر حسین بدستور کہہ رہا تھا۔رستم کی پیشانی پر بل پڑے۔رستم نے اس جانب دیکھا۔غصیلے تاثرات لیے بدر حسین اسے دکھائی دے رہا تھا۔اس کے قدم اب انکی جانب متحرک تھے۔

"تم کیا سمجھتی ہو۔؟آئی جی جی نے خان ٹیکسٹائل سے کولیب کرنا تھا۔مگر تم..."وہ حقارت سے کہہ رہا تھا۔لہجے کی تلخی اور انداز کی ناگواری محسوس کرتے رستم ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے ایک جست میں ان تک پہنچا۔

وہ جو اسکی باتوں پر ہی طیش زدہ ہوا تھا اسکی نظر بدر کے ہاتھ پر پڑی جس سے اس نے کہکشاں کی کلائی دبوچ رکھی تھی۔

"ہاتھ ہٹاؤ بدر۔" وہ برف سے سرد لہجے میں بولا۔ کسی وجود کی یکدم آمد نے بدر کو متوحش کر دیا۔اس نے بمشکل ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ مگر وہ اب موقف سے ہٹ نہیں سکتا تھا۔

"یہ ہمارا معاملہ ہے تم اس میں مت پڑو۔"

"کونسا معاملہ ؟ کیسا معاملہ۔؟"اس نے بدر کا ہاتھ جھٹکا۔

" اور تمہارا کوئی معاملہ نہیں ہے۔۔۔ سمجھے ؟ انکا"

کہکشاں مجسمہ بنے یک ٹک اسے دیکھے گئی۔رستم نے خاصہ جل کر کہا تھا۔ اس نے بھی اسے تکا۔ڈری اور سہمی سی کہکشاں کو دیکھ رستم کی آنکھوں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔(ڈری اور سہمی ؟)

"تمہاری کیا لگتی ہے ؟جو تم اتنا بھڑک رہے ہو۔"۔بدلحاظی سے کہتے ہوئے اس نے رستم کا گریبان دبوچ لیا۔

"گریبان چھوڑو بدر"اس نے صرف کہا ہی نہیں تھا بلکہ بدر کا ہاتھ دبوچ لیا تھا۔

"اوہ.... تم اور یہ (کہکشاں کی جانب اشارہ کرتے اس نے تالی پیٹی۔)"اسکی آنکھوں میں چھپی خباثت دیکھ رستم کا خون کھول اٹھا۔

"تم گھٹیا انسان۔"

رستم نے اسے دور جھٹکا۔

"تو کیا بہن لگتی ہے تیری؟"

"سالے بہن ہو گی تیری...."وہ جس انداز اور برجستگی سے بولا اسکے عقب میں کھڑی کہکشاں نے مسکراہٹ دبائی۔

کہکشاں کی مسکراہٹ پر بدر کی آنکھیں غیر انسانی تھیں اس نے رستم کا گریبان پھر سے پکڑا۔اور یہ شاید انتہا تھی۔

رستم نے ایک زوردار مکا اس کے منہ پر جڑ دیا۔یہ اسکے لیے غیر متوقع تھا۔

بدر کے لبوں کے کنارے سے بہتے خون نے اسکی ٹھوڑی پر لکیر بنادی۔وہ سنبھلا۔ اب کی بار بدر کے چہرے پر ڈر کی الگ داستان رقم ہو گئی۔اسکی آنکھیں نیم وا تھیں۔

"دنیا گھوم رہی ہے کیا۔؟"رستم نے شاطرانہ مسکراہٹ سے کہا تھا۔

"تمہاری دنیا اب بدر گھمائے گا کے کے..."اس نے انگلی اٹھا کر کے کے کو دھمکایا تھا۔کے کے نے محض مسکرا کر ہی بدر کو آگ لگادی۔اس کی جانب پشت کر کے کھڑے رستم نے اسکی مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔

بدر حسین ہونٹ پر ہتھیلی رکھے وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں۔؟"وہ فورا سے پہلے پلٹا تھا۔

"جی۔"مطمئن سا جواب۔کہکشاں نے محض اتنا کہا تھا۔اور پھر وہ رخ پلٹ گئی۔

"وہ آپ سے بد تمیزی کر رہا تھا اور آپ یوں مجسمہ بن کر کھڑی تھیں؟"رستم کے لہجے میں حیرت تھی،غصہ تھا۔

"جس کے پاس محافظ ہو وہ مزاحمت کیوں کرے؟"رستم لاجواب ہوا۔وہ اسکے ہمراہ چل رہا تھا۔بلا مقصد۔

"آپ کو کم از کم اسے جواب تو دینا چاہیئے تھا۔"وہ پھر سے بولا تھا۔

"میں کتوں سے بہتر نہیں بھونک سکتی۔"وہ جس قدر سفاکیت سے بولی رستم ساکت ہوا۔

"خدا حافظ "وہ یہ کہتے ہی بگاٹی ڈیو میں بیٹھ گئی۔رستم اسکی جگہ پر تھم چکا تھا۔دور جاتی اسکی گاڑی کو دیکھ کر سر جھٹکا۔

"جس کی زبان دو دھاری خنجر ہو اسے ہتھیار کی کیا ضرورت؟"اس نے سوچا۔ نظریں ابھی بھی اسکی بگاٹی ڈیو پر تھیں۔

کے بدلتے تاثرات پر رستم بدمزہ سا ہوا تھا۔وہ کبھی معصوم تھی تو کبھی شاطر۔ اس کبھی سنجیدہ تو مذاحیہ۔رستم اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔اسکی سمجھ میں محض یہ آیا تھا کہ وہ جو بھی تھی رنگ بدلتی تھی۔

"گرگٹ۔"سوچ کے زیرِاثر وہ سر جھٹکتے اپنی رینج روور کی جانب بڑھا۔

---

www.novelsclubb.com

سیرینا ہوٹل اسلام آباد۔

تاریخ: اٹھائیس

وقت: شام پانچ بجے۔

آسمان پر بادلوں نے بسیرا کر رکھا تھا۔اسلام آباد کا "**سیرینا ہوٹل**" اپنے آپ میں ایک شاہکار ہے۔ لیکن اس کا سب سے منفرد اور خوبصورت حصہ وہ فلور ہے جسے "**نظارہ فلور**" کہا جاتا ہے۔اس فلور پر لنچ کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ چھت سے بے نیاز،اس فلور سے نظر آنے والے قدرتی مناظر، وسیع آسمان دل کو تسکین بخشتے ہیں۔

وہ دونوں اس وقت اس فلور پر موجود تھے۔لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی وہاں شور نہیں تھا۔وہ دونوں سیاہ شیشے کی ایک چوکور میز کے گرد بیٹھے تھے۔رستم طیار خان عام سے حلیے میں اس کے مقابل تھا۔آستینوں کو کہنیوں تک موڑ رکھا تھا۔ہلکی سبز رنگ کی شرٹ،پیشانی پر بکھرے بال، سفید پینٹ اور کلائی پر راڈو واچ۔عام سے حلیے میں بھی وہ اسکے مقابل بیٹھی،سیاہ سوٹ میں ملبوس لڑکی کو وجیہہ لگا تھا۔

وسط میں حائل میز پر کافی کے کپ تھے۔جن سے بھاپ اڑتی ہوا میں تحلیل ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"(""مجھے آپ سے ملنا ہے۔

SERINA HOTEL 4:44 PM

رستم نے کہکشاں کو میل بھیجی تھی۔جس کا جواب اسے صبح کے دس بجے انکار میں موصول ہوا تھا۔

"میں انتظار کروں گا۔"لکھ کر سینڈ کر دیا۔اس کے بعد اسے کہکشاں کی جانب سے جواب موصول نہیں ہوا تھا۔نہ انکار نہ اقرار۔)

وہیں ختم ہونے والی گفتگو کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ اسکے مقابل تھی۔دس منٹ سے زیادہ کا انتظار اس نے آج بھی نہیں کروایا تھا۔وہ دونوں خاموش تھے۔"ہیلو۔" کے جواب میں کہکشاں کو خاموشی ملی تھی۔

کچھ دیر تک کافی کے کپ میں چمچ چلاتے رستم اسکی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا۔اور ساتھ ہی ساتھ اس کی نظریں رستم کو پزل کر رہی تھیں۔

دفعتاً اس کے چمچ چلاتے ہاتھ رکے۔اس نے نظریں اٹھا کر کہکشاں کو دیکھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔بے اختیار سی۔

"کویوں تاڑا نہیں کرتے۔ اہم۔مادام شریف مردوں اہم"

نے گلا کھنکارا اور متبسم چہرے سے آگہی دی۔کہکشاں گڑبڑائی تھی یوں جیسے اس پکڑی گئی ہو۔رستم محظوظ ہوا۔ کوئی چوری

"کوئی بھی مرد....خاص کر حسین مرد شریف نہیں ہوتا۔"

وہ پل میں نگاہوں کا رخ بدل گئی۔ پھر پیس کر کہا۔ دانت

تھا؟وہ الجھا۔ ماتھے پر سلوٹیں ابھریں۔وہ بدصورت تھا؟یا وہ شریف نہیں اسکے

" تعریف تھی یا بے عزتی؟ یہ"

چہرہ اب متبسم نہیں تھا۔ البتہ اسکا زبان پر بے اختیار کھجلی ہوئی۔ اسکی

سے دوٹوک بے عزتی تھی۔آپ تعریف سمجھے ہیں تو یہ آپ جانب میری "
کی کم عقلی ہے۔

لہجے میں کہا۔وہ منہ پر ذلیل کر دینے میں ماہر تھی۔ ترش

سرخ ہوا۔بے عزتی اس کی زبان گنگ ہوئی۔چہرہ بے عزتی کی حدت سے رستم
شدت سے محسوس بھی ہوئی تھی۔ نے پہلے نہیں اب کی تھی۔اور رستم کو

اس کے بعد چند پل خاموشی کی نذر ہوئے۔کہکشاں کی نگاہوں کا ارتکاز ایک ہی
جانب تھا۔رستم نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا۔دور،مارگلہ کے پہاڑ اپنی قدرتی
شان و شوکت کے ساتھ منظر کا حصہ تھے۔پہاڑوں کی چوٹیاں نیلگوں آسمان سے
مل رہی تھیں۔اسلام آباد کا سارا حسن،عمارتیں،پہاڑ،سبزہ،شفاف سڑکیں،سب
اسکے سامنے تھا۔یہ ہی وجہ ہے کہ سیرینا ہوٹل کے اس فلور کو **نظارہ فلور** کہا جاتا ہے
۔رستم نے پھر سے اسے دیکھا۔ہلکی ہوا کی بدولت اسکے بال ہل رہے تھے۔اسے
تکنے کے مراحل میں رستم کو اس کا بلاواسطہ کیا گیا انکار یاد آیا۔

"آپ تو نہیں آنے والی تھیں۔"اس نے کافی کا کپ لبوں سے لگایا۔آنکھیں سکیڑے وہ کہکشاں کو تک رہا تھا۔کہکشاں جس کی نظریں قدرتی مناظر میں الجھی ہوئی تھیں اس نے چونک کر اسے دیکھا۔بھوری آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

حیرت، تشویش اور ستائش۔

وہ مسکرائی۔رستم کے لیے غیر متوقع سا نحہ تھا۔

دیدارِ کھینچ لائی ہے۔ورنہ کے کے کسی کے یوں بلانے پر کہیں نہیں جاتی حسرتِ"

"۔

ہوئے بھی سرخ پڑا۔ اس نے رستم کی جانب قدرے جھک کر کہا تھا۔وہ ناچاہتے گلا کھنکارا۔کافی کا کپ میز پر رکھا۔ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم الجھایا۔ پھر

" مجھے پلین میں کچھ چینجنگ چاہیے۔ "

الفاظ۔وہ دونوں اسی ہوٹل میں سنجیدہ لہجہ۔ہو بہو کہکشاں کا انداز۔کہکشاں کے آج سے پانچ دن قبل تھے۔وقت بھی وہی تھا۔مگر اب جگہیں بدل تھے۔جہاں آئی تھی۔ اسکے بلانے پر آیا تھا۔آج وہ رستم کے بلانے پر گئی تھیں۔پہلے رستم وہ مسکرائی۔

"جیسا آپ بولیں۔ اوکے"

رستم کی طرح سوال اس نے بھی نہیں کیا تھا۔ جواباً

"چاہتا ہوں کہ شادی کورٹ میں ہو۔ میں"

آواز مدھم تھی اور لہجہ مشّاق۔

"آپ بولیں۔ جیسا"

عجب بے نیازی تھی۔

"کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ آپ"

www.novelsclubb.com

" والے شوہر سے کیسا اختلاف؟ ہونے"

وہ جس انداز میں بولی۔ رستم بے ساختہ مسکرایا۔

جسکی نظریں بھوری آنکھوں والے مرد پر تھیں اس نے نرم نگاہوں کے کہکشاں کو قید کرنا چاہا۔ یہ لمحہ سحر انگیز تھا۔ حصار میں اس صبیح مرد تھا۔ **"زندگی"** لمحہ یہ

اسکی مسکراہٹ سے نظریں چرائیں۔ نے کہکشاں

کی بار وہ آگے کو جھکا۔ اب

www.novelsclubb.com

" چاہتا ہوں کہ شادی خفیہ رہے۔ میں"

گھمبیر لہجے میں کہا۔

اب کے ایک دم سارے میں سناٹا چھا گیا۔آس پاس ایمبیسی روڈ کی گاڑیوں کا شور تھم گیا۔ہوا کی سرسراہٹ نے دم سادھ لیا۔کہکشاں نے متحیر ہو کر اسے دیکھا۔ رستم اسکی کیفیت کا حظ اٹھاتے اب کرسی سے پشت لگا چکا تھا۔

کہکشاں کے لب ہلے۔اس نے کچھ کہنے کی سعی کی۔مگر بظاہر وہ خاموش تھی۔مفلر میں انگلیاں الجھا کر اسے گردن کے گرد گول گول گھمایا۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔"وہ بلا تفکر بولی۔سبز آنکھوں سے حیرت ہوا ہو گئی۔سب منظر اپنی اپنی پوزیشن میں آ گئے۔گاڑیوں کا شور اسے پھر سے سنائی دے رہا تھا۔رستم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔اس کے لہجے میں تردد نہیں تھا۔اس کے چہرے پر خفگی نہ تھی۔وہ مکمل طور پر مطمئن لگتی تھی۔راضی اور خوش۔

رستم کے دل میں "گرگٹ" کی صدا پھر سے بلند ہوئی۔اسے کوئی پریشانی نہیں تھی تو پہلے یہ تاثر دینے کا کیا فائدہ۔؟

"شادی صرف کاغذی ہو گی۔" تیسری شرط رکھی گئی۔ کہکشاں جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اسکے بھنویں سکڑے۔

"پیپر میرج یونو۔" شانے اچکاتے ہوئے وضاحت دی نے اسے دیکھا۔ رستم گئی۔

"اوکے جیسا آپ بولیں۔" وہ فراوانی سے بولی۔ مسکراہٹ اسکے لبوں سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ جو سمجھتا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے یہ قبول نہیں کرے گی شاکڈ رہ گیا تھا۔ اسکی رضامندی پر رستم طیار خان کی سٹی گل ہوئی تھی۔ وہ اس کی توقعات سے برعکس نکلی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی، الگ اور بے نیاز۔

www.novelsclubb.com

وہ پھر سے کافی پینے لگا اور کہکشاں کی نظریں پھر سے اسلام آباد کے حُسن کو سراہنے لگیں۔ رستم کی نظریں کافی کے بھرے کپ پر گئیں تو اسے پشیمانی ہوئی۔

"آپ کو کچھ اور چاہیے؟" اشارہ کافی کے بھرے کپ کی طرف تھا جسے ابھی تک چھوا تک نہیں گیا تھا۔ رستم کی جانب دیکھ کر کہکشاں نے نفی میں سر ہلایا۔

" آپ کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ "

عقیدت بھری نگاہیں اس پر جما کر بولی۔

اس کے بعد رستم نے چپ سادھ لی۔اس لڑکی سے کوئی بھی بات کرنا ضائع تھا۔

آسمان پر بادل دھیرے دھیرے گہرے ہو رہے تھے۔وہ کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا اور وہ مسکراتے چہرے سے اسے تک رہی تھی۔

کبھی کبھار خاموشی گفتگو سے زیادہ پراسرار ہوتی ہے۔

خاموش لمحات جن میں وہ اسکے مقابل تھا اسے کسی اور دنیا میں لے جا رہے تھے۔وہ دنیا، جہاں الفاظ سے زیادہ احساسات اہم تھے۔

www.novelsclubb.com

کے لیے نئی صبح اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر آتی ہے۔کسی کے لیے رنج تو کسی ہر کسی کے لیے محرومی تو لیے کامیابی۔ کے تو کسی خوشی۔کسی کے لیے ناکامی لیے قبولیت۔کسی کے لیے زندگی،تو کسی کے لیے موت۔ کسی کے

اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں یہ صبح رنگوں بھری تھی۔اس میں خوشیاں تھیں۔ اس میں مستقبل کی کامیابی کی نوید تھی۔یہ صبح کسی کے لیے اسکی خواہش کی تکمیل کا پیغام لے کر آئی تھی تو اس صبح نے کسی کے دل میں اضطراب بھر دیا تھا۔

کی اونر کہکشاں کے ہمراہ عدیل کھگہ کے گراؤنڈ فلور میں کے کے کرئشنز ہوٹل لیڈیز تھری پیس سوٹ میں ملبوس کہکشاں نے ہاتھ پینٹ کی وہاں موجود تھا۔سیاہ سیاہ مفلر گلے میں تھا۔اور نظریں ہال کے بیچوں رکھے تھے۔ جیبوں میں ڈال ماربل فلور پر سرخ رنگ کا پر تھیں۔ ماڈلز بیچ کیمروں کے حصار میں کھڑے تھی۔سر پر سفید ٹخنوں کو چھوتی،گھیر دار فراک میں ملبوس کپڑا بچھا تھا۔ماڈل ۔لڑکے کا رکھا تھا جس پر لگے شیشے اسکے ماتھے پر گر رہے تھے چھوٹا رومال باندھ

سوٹ بھی اسکی فراک سے میل کھاتا تھا۔سفید شلوار قمیص، شیشوں سے جڑی کوٹ،اور گلے میں سندھی اجرک۔ ویسٹ

گلاس وال کے پاس کھڑے تھے۔ اور کہکشاں عدیل

"کافی اچھے لگ رہے ہیں میم۔۔ ڈیزائنز"

ماڈل کے گلے میں ڈائمنڈ کا رانی ہار دیکھ کر بولا تھا۔کانوں کے آویزے چمک وہ رہے تھے۔

کی آواز مدھم تھی۔کہکشاں نے محض سر ہلایا تھا منہ سے کچھ نہیں بولی۔ عدیل

"کیا لگتا ہے یہ ثقافتی ملبوسات والا آئیڈیا صحیح رہے گا۔؟ آپکو"

وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔اسکا ایک جتاتی نظر ڈالی۔ نے کہکشاں پر اس تصویروں کے لیے پوز دیتی ہوئی ماڈل کی جانب تھا۔ دھیان

"وہ بھی انٹرنیشنل ایونٹ میں۔؟ "

ہماری اقدار اعلیٰ نے ہاتھ جیبوں سے باہر نکالے۔"ہم پاکستانی ہیں۔ کہکشاں سبز آنکھیں اب عدیل کے چہرے پر جمی ہوئی " ہیں، ثقافت منفرد ہے۔ گورے اس شو میں جس میں شلوار قمیص والے، ساڑھیاں پہننے تھیں۔"جب ہیں تو ہم بھی شمار ہوں گے اپنے مغربی طرز کے لباس دکھا سکتے والے لوگ کیوں نہیں۔"عدیل اب بھی کچھ جز بز سا تھا۔ وہ نا سمجھی سے اسے تک رہا تھا۔ کہے گئی۔"ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہم ترقی پذیر ملک کے لوگ ہیں کہکشاں وصولی کے جواب ۔ہم ان سے نہیں جیت سکتے۔؟"اس نے اور وہ ترقی یافتہ خاموش تھا۔"ہم چاہتے ہیں کہ ہم پر نظر جمائے رکھی۔عدیل لیے عدیل ؟" مغربی طرز کے لباس بنائیں۔وہاں پیش کریں اور جیت جائیں۔

کی مدھم روشنی اسکی پشت پر گرتی تھی۔ سورج

" جیت سے غرض ہے۔ہماری قدروں کا کیا۔؟ ہمیں"

www.novelsclubb.com

ساکن تھا۔اس نے اپنی بات جاری رکھی۔"میں رستم کی اس بات سے عدیل اسکا نظریہ اچھا لگا۔آجکل جب مقامی لوگ بھی اپنے علاقائی بلکل متفق تھی۔مجھے دیتے ہم اسے پوری دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ طرز کے کپڑوں کو ترجیح نہیں کے مدھم سا مسکرایا۔بات اسکی سمجھ "سبز آنکھوں میں چمک تھی۔عدیل اب میں آنے لگی تھی۔

" گے۔ لگائی۔امید ہے کہ ہم جیتیں نے محنت کی۔۔۔۔جان ہم"

بدلا۔ س نے رخ ا

جیتے تو زیادہ سے زیادہ کیا؟" پھولوں بھرا باغیچہ اب اسکے سامنے تھا۔"اگر نا بھی رخ دیکھ سکتا روشنی اسکے چہرے کو دمکا رہی تھی۔عدیل اسکا نیم سورج کی مدھم متحیر اور ساکت تھا۔ ۔وہ اسکی آنکھوں میں الجھن تھی تھا۔

یہ باتیں سننا اس کے لیے کسی مقابلے میں جیت کو اول رکھنے والی کے منہ سے ہر تھی پھر بھی؟ انہونی جیسا تھا۔وہ خود بھی مغربی طرز کے لباس میں

سوچ اسکی نہیں تھی، یہ الفاظ اسکے نہیں تھے۔ یہ نظر یہ کہکشاں کا نہیں تھا۔ یہ طور پر حیرت کا شکار تھا۔ "کیا آپکو سچ میں جیت سے کوئی غرض نہیں؟ عدیل واضح نے بمشکل ہی پوچھا تھا۔ عدیل بھی اب کے رخ پلٹ کر باغیچے کی "متحیر ہو کر اس کے اس پار فون کان سے لگائے سفید ڈریس شرٹ کے جانب دیکھ رہا تھا۔ شیشے دیتی تھی۔ کہکشاں کی نظریں اس پر جمی ساتھ سیاہ پینٹ پہنے رستم کی پشت دکھائی ہاتھ جھلا جھلا کر کوئی بات کر رہا تھا۔ تھیں۔ وہ

" نے یہ کب کہا کہ مجھے ہار منظور ہے۔ میں"

" آپ نے یہ تو کہا ناں کہ نہ بھی جیتے تو کیا؟ مگر"

www.novelsclubb.com

اپنی بات پر اٹل تھا۔ لہجے میں تعجب ہنوز ویسا ہی تھا۔ وہ

"ہم نہیں جیتیں گے اس کا مطلب یہ نہیں کے ہار جائیں گے اگر"

عدیل نے سر جھٹکا۔پتھر سے سر ٹکرانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔باغیچے میں ٹہلتا رستم گلاب کے پھولوں کو انگلیوں سے چھو رہا تھا۔لب ہل رہے تھے۔وہ ابھی بھی بات کر رہا تھا۔عدیل کی نظریں اس پر گئیں تو ذہن کے دریچے پر ایک صدا ابھری تھی۔

"یہ شخص کہکشاں کے نظریات بدل رہا تھا۔"

پلٹ گیا۔کہکشاں ابھی بھی رستم میں کہیں الجھی تھی۔سبز آنکھیں مسرور عدیل چلتا ہوا اب اندر کی جانب بڑھ رہا منظر دل پسند تھا۔رستم قدم بہ قدم تھیں۔ نظریں بھی اسکے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ تھا۔کہکشاں کی

www.novelsclubb.com

کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔سوئیاں بارہ پر ٹھہری ہوئی تھیں۔نیلے اور گھڑیال کے پاس کھڑے پریم چند اور عدیل فوٹو گرافر پیس سوٹ میں ملبوس سیاہ تھری

شرٹ تھے۔یقیناً تصویریں دیکھ رہے تھے۔فوٹو گرافر ایک کم عمر لڑکا تھا۔بھوری اب وہاں نہیں لگ رہا تھا۔ماڈلز وہ کم عمر لڑکا خوبصورت اور کریم سلیکس میں ختم ہو چکا تھا۔ تھے۔شوٹ

اور کہکشاں ایک دوسرے کے مقابل گول میز کے گرد بیٹھے تھے۔وہ رستم چلتی ہوئی اسکی انگلیاں تھم گئیں دفعتاً کی بورڈ پر رہا تھا۔ موبائل پر کچھ ٹائپ کر

۔

" لنچ میں کیا لیں گی۔؟ آپ"

کہکشاں کی جھکی ہوئی نظریں اٹھی تھیں۔ آواز پر اسکی

" نہیں۔۔ کچھ"

آنکھ اٹھا کر اسے جمی تھیں اس نے پر جس کی نگاہیں موبائل سکرین رستم دیکھا۔

"ہوٹل کا کھانا بہت اچھا ہے۔ اس"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ ہوگا۔۔۔لیکن"

نے گہری سانس لی۔پھر موبائل پر کچھ لکھا اور اسے میز پر رکھ دیا۔سکرین رستم

۔ اب سیاہ تھی

نہایا ہوا تھا۔کہنی پردے برابر تھے۔ہال روشنیوں میں وال کے آگے گلاس

میز پر رکھے وہ چہرہ ہاتھ پر ٹکائے بیٹھی تھی۔

"۔۔۔سب تیاریاں مکمل ہیں۔ فائنلی"

www.novelsclubb.com

نے جمائی لیتے ہوئے کہا تھا۔ اس

"فائنلی۔۔۔"

بھی اسی کے انداز میں بولی۔ وہ

"اچھی نیند لیں۔ چاہیے کہ آپ آپکو اب"

جو مطلب سے ہٹ کر بات نہیں کرتی تھی اس نے بھوری آنکھوں والے مرد وہ کو تاکید کی تھی۔

پھر سے جمائی لے رہا تھا۔"مجھے واقعی بہت ضرورت ہے۔"ہاتھ آنکھیں رستم آنکھوں میں سرخی تھی۔شبِ بیداری کا ثبوت دیتی اسکی رگڑ رہے تھے۔بھوری تھیں۔ آنکھیں کہکشاں کے چہرے پر ٹکی

کے موبائل کی آواز گونجی تھی۔اس نے کوٹ کی جیب سے موبائل کہکشاں کے الفاظ جگمائے۔اس نے موبائل کو الٹا کر کے "نکالا۔"بدر حسین کالنگ۔۔ جا رہی تھی اس نے نہ تو فون کاٹا نہ ہی اٹھایا۔اسکے میز پر رکھ دیا۔البتہ گھنٹی بجتی چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے تھے۔رستم کو اچھنبا ہوا۔

ہوا تھا۔ وہ اس کے لیے پریشان فون بجتا جا رہا تھا۔ موبائل

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔۔۔کس کا۔۔۔"

"۔۔ بدر حسین"

رستم کے پوچھنے سے پہلے ہی بتا گئی۔رستم نے لب بھینچ لیے۔نیند سے بھری وہ اب کے کچھ در آیا تھا۔شاید غصہ۔ آنکھوں میں

"آپکو فون کیوں کر رہا ہے۔؟ یہ"

بے اختیار ہوا۔اسے خود نہیں معلوم تھا اس نے یہ سوال کیوں کیا۔۔ وہ

"سالا ہے آپ اسی سے پوچھیں۔ آپکا"

مسکراہٹ سے کہا گیا تھا۔رستم اپنی مسکراہٹ پر قابو نہیں پا سکا۔وہ محظوظ جتاتی ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

پل خاموشی کے تھے۔رستم جو مسکرا رہا تھا اب اسکی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ چند نے دل کو جیسے کسی پر ہی دم گھٹ رہا تھا۔ شادی کرے گا۔؟سوچ وہ اس سے بازوؤں کے رکھے۔اب اسکا سر تھا۔اس نے بازو میز پر مٹھی میں بھر کر دبا دیا

تکیے پر تھا۔ بھوری آنکھیں بے رونق ہو گئی تھیں۔ کونسا فون؟ کون بدر؟ کون کے کے؟

گویا سب بھول گیا تھا۔ وہ

"کو نہیں لگتا یہ سب بہت جلدی ہو رہا ہے۔ آپ"

پل بعد اسکے لب ہلے تو آواز کھائی سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ چند پر کچھ لکھتی ہوئی کے کے چونکی۔ موبائل

"سب؟ کیا"

www.novelsclubb.com

"ہی شادی بیاہ۔ یہ"

لگتی تھی۔ نہیں اپنی آواز اسکی

"کہتی ہیں نیک کام میں دیری کیسی۔؟ آپا"

آنکھیں نہیں دیکھ انگلیاں ابھی بھی متحرک تھیں۔وہ رستم کی رنج بھری اسکی میز پر رکھا تھا۔شکستہ مرد نے اسکی آواز میں حظّ کو سکتی تھی۔رستم نے سر ابھی بھی سیدھا ہو بیٹھا۔بھوری آنکھوں میں سنجیدگی در آئی واضح محسوس کیا تھا۔دفعتاً وہ تھی۔

"پ کے نزدیک شادی کیا ہے؟ آ"

معتجب ہوئی۔"شادی۔۔۔۔"وہ سوچ رہی تھی۔موبائل فون کو کوٹ کی وہ مفلر میں الجھ گئیں۔رستم اسکی حرکات نوٹ کر رہا تھا۔ جیب میں اڑسا۔انگلیاں

"ایک بزنس ہے۔شادی"

پُر وثوق تھیں۔ پل بعد جب وہ بولی تو لہجہ مستحکم تھا۔سبز آنکھیں چند

یہ ہنسی نہیں تھی طنز تھا۔ ہنسا۔ کے تاثرات اب کے بدلے تھے۔وہ رستم متبسم تھیں۔ ہنوز استہزاہ تھا۔سبز آنکھیں

www.novelsclubb.com

"؟" کے نزدیک شادی کیا ہے۔ آپ"

نے قدرے آگے کو ہو کر پوچھا تھا۔یوں کے بھوری آنکھوں کے تاثر کو سبز اس آنکھوں نے باآسانی پرکھ لیا۔

" ایک پاک بندھن ہے۔ شادی"

نے سرگوشی کی۔ رستم

" ایک بزنس نہیں ہے۔نہ ہی کوئی مزاح ہے۔ یہ"

جس لہجے میں کہہ رہا تھا واضح تھا کہ کہکشاں کے جواب نے اسے برہم کیا تھا۔ وہ آنکھوں والا مرد کہہ رہا کے اندر سناٹے نے بسیرا کرنا شروع کیا۔بھوری کہکشاں تھا اور وہ سن رہی تھی ۔

" کی مدت،دس دن،پندرہ دن،چند ماہ چند سال نہیں ہوتی۔ شادی"

ایک پل کو رکا۔ایک جتاتی نظر اس پر ڈالی۔ وہ

" زندگی کے ماہ و سال اپنے پارٹنر کے ساتھ گزارنے کا عزم ہوتا ہے۔ یہ"

اب کی بار وہ زور سے ہنسی۔ گو کہ کوئی لطیفہ سن لیا ہو۔ رستم ساکت ہوا۔

"ماہ و سال۔۔۔؟؟ تمام"

ششدر تھا۔ کہکشاں نے ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ ہنسی کے دوران وہ پھر سے کہنے لگی وہ

۔

" پوری زندگی جیسا کوئی معاملہ نہیں ہوتا مسٹر۔ کانٹریکٹ میریجز میں"

نے لب بھینچ لیے۔ رستم

" آپ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہے ہیں؟ کیا"

بھنویں اچکا کر پوچھ رہی تھی۔ جتنی وہ خوش تھی شاید ہی کبھی ہوئی ہو گی۔ وہ

کا قہقہہ چھوٹا۔"زندگی۔۔۔"؟ رستم

www.novelsclubb.com

پھر سے اپنی ہنسی روکی۔"وہ بھی آپکے ساتھ؟"اس کے ہاتھ کی نے اس اب کہکشاں پر اٹھی تھیں۔وہ الجھی تھی۔گو کہ اسکے الفاظ اسکا چاروں انگلیاں رویہ کہکشاں کے لیے غیر متوقع تھا۔

پل بھر میں سنجیدہ ہوا۔چہرہ سپاٹ۔ وہ

۔۔۔آپ حد نہیں۔"کے کے میڈم آنکھیں اتنی سفاک تھیں کہ بھوری اس جیسی عورتوں کے ساتھ بزنس کیا جا سکتا ہے زندگی نہیں گزاری جا سکتی"۔ نے چبا چبا کر باور کرایا تھا۔

اندر ویرانی چھا گئی۔ کے اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔پل بھر میں کہکشاں ،اسکا دل۔ ۔سب کچھ خاموش ہو گیا تھا۔اسکی زبان تھی وہ سکتے میں آگئی ۔ چند پل میں صرف ایک جملے پر۔۔صرف

تھی۔اسکے مقابل بیٹھا آج اسکے دماغ نے ابھی اسکا ساتھ نہیں دیا۔وہ لاجواب وہ کہہ رہا تھا۔ شخص آج سب کہہ دینا چاہتا تھا۔اور

" نے کہا شادی کر لو۔۔میں کہہ رہی ہوں اس لیے۔ آپ"

اسکی نقل اتاری گئی تھی۔کہکشاں کو ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔سبکی کی انتہا ہو بہو آج ابھی اسکے پاس جواب نہیں تھا۔ہر کسی کو لاجواب کرنے والی تھی۔مگر خاموش تھی۔

کے کے نہیں"۔ یہ وہ" اسے دیکھو تو بے اختیار کہہ اٹھو تم

"ہیں شادی کسے کہتے ہیں۔؟ جانتی"

نے اسکی جانب جھک کر پوچھا تھا۔لہجہ از حد سخت تھا۔آنکھیں سرخ دہکتا شعلہ اس

۔

www.novelsclubb.com

" شادی کو بزنس سمجھنے والی کو کیا پتا ہو گا۔ خیر"

تمسخر اڑا رہا تھا۔"میں بتاتا ہوں۔جب کوئی خوشیوں کے لیے ضروری ہو جائے وہ سکون بن کر رگوں میں دوڑنے لگے۔جب کوئی خود سے زیادہ خود کا ۔جب کوئی

خوشیوں،خود کے سکون،خود کی ضرورت کے لیے تب انسان خود کی لگنے لگے کے لیے کائنات رک گئی تھی۔ کرتا ہے۔"وہ چبا چبا کر بولا تھا۔کہکشاں شادی رہی تھی۔ہوٹل کی شخص کی باتوں کو سن شے تھم کر جیسے اس وہاں موجود ہر ۔ ہر شے ساکن تھی۔اور کہکشاں جامد

میری وہ خوشی،وہ سکون" سا سرد لہجہ لیے مرد نے اپنی بات جاری رکھی۔ برف کر تنبیہ کی گئی آپ جیسی عورت کبھی نہیں بن سکتی۔"انگلی اٹھا ،وہ ضرورت یہ شادی،شادی" تھی۔وہ انگلی نہیں تھی تھپڑ تھا جو کہکشاں کی ذات پر لگ رہا تھا۔ کانٹریٹ"۔چبا چبا کر اطلاع دی۔ ہو گی۔۔کانٹریکٹ ہو گا نہیں

www.novelsclubb.com

" سے زیادہ امیدیں مت رکھیے گا۔ مجھ"

نشست کے ساتھ جا لگا۔ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔"ورنہ آپ کہیں گی کہ مجھے وہ ہو گیا۔"قدرے افسردگی سے کہا گیا۔ بزنس میں لاس

مرد لفظوں کے طمانچے اس کے منہ پر مار رہا تھا۔ وہ

وہ نہیں جو منہ پر آ کر لگے۔ہر وہ لفظ تھپڑ ہے جس نے آپکی عزتِ نفس پر تھپڑ چوٹ کی ہو۔

طعنہ تھا، تنبیہ تھی، صلاح تھی یا نصیحت؟؟۔ یہ

اسکے لیے سب گڈ مڈ تھا۔اسکی زبان گنگ تھی۔

۔۔۔"بات کہکشاں کی ۔"آپ جیسی عورت اسکے لفظوں میں الجھی تھی وہ ۔ ہوتی تو وہ جواب دیتی۔منہ توڑ جواب

کی تھی۔ایک عورت کے کردار کی تھی۔یہاں تمسخر ایک **عورت** بات یہاں کا اڑایا گیا تھا۔کیچڑ اسکی ذات پر اچھالا گیا تھا۔ عورت کے کردار

پر سوال اٹھائے جائیں عورت مڈل کلاس ہو یا ایلیٹ کلاس جب جب اسکے کردار ذہن مفلوج ہو وہ ساکت ہو جاتی ہے۔زبان گنگ ہو جاتی ہے اور حرکات شل۔ ہے اور دل زخمی۔ جاتا

پر لگنے والے طمانچے قوتِ گویائی چھین لیتے ہیں۔ کردار

تھی۔وہ خاموش تھی کیونکہ وہ خاموش تھی اسلیے نہیں کہ قصوروار تھی یا بد کردار

وہ اسکا منہ نوچ لیتی۔ مگر یہ الفاظ تھی۔دنیا کا کوئی بھی مرد اسے یہ کہتا **بے یقین** وہ

۔آج اسے پہلی بار اپنے منہ سے کہنے والا رستم تھا۔وہ اسے معیاری کہہ چکی تھی

کہی گئی کوئی بات اتنی بری لگی تھی۔

اسکے تاثرات میں حقارت وہ چمکتی بھوری آنکھیں لیے اسکے سامنے بیٹھا تھا۔

تھی۔

آپا بے یقین آنکھوں نے وہ حقارت بخوبی محسوس کی تھی۔جب جب زارا سبز

اسے شادی سے مسئلہ نہیں تھا۔ نے اسے شادی کے لیے کہا وہ ٹال دیا کرتی تھی۔

مرد ذات سے تھا۔

ہے۔ نظر میں اس نے یہ محسوس کیا تھا کہ رستم مختلف پہلی

گرادیا تھا۔اور درجہ آج اس کے الفاظ نے اسے کہکشاں کی نظروں سے مگر کافی نچلا تھا۔

میں چھایہ سنّاٹا پریم چند کی آواز پر ٹوٹا تھا۔ ماحول

"تصویریں آپ ایک بار دیکھ لیں۔ سر"

رستم کے سر پر کھڑا کہہ رہا تھا۔کہکشاں نے اسے نہیں دیکھا۔سبز آنکھیں بے وہ ،اسکی روح میں کے نشتر سمندر لیے اس مرد پر گڑھی تھیں جو لفظوں یقینی کا چل دیا۔ کھبو چکا تھا۔رستم اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ پریم چند کے ہمراہ اپنے اندر کی ویرانی سمیت کہکشاں اپنی جگہ برف ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

آسمان سے اترتی نارنجی کرنیں سفید کہکشاں منزل پر پڑتی ہوئیں اسے سنہرا چمکدار بنا رہی تھیں۔ جہاں باہر سورج کی حدت تھی وہیں اندر کا ماحول سرد تھا۔ کھانے کی میز پر سرمئی ٹریک سوٹ پہنے عبداللہ منہ بسورے بیٹھا تھا۔ اسکے ساتھ ہی کرسی پر زارا آپا سفید سوٹ میں تھیں۔

ہاتھ میں چاولوں سے بھرا کھانے کا چمچ تھا۔ انکی نرم سی نگاہیں عبداللہ پر دائیں تھیں۔

"عبداللہ تم میرے اچھے بیٹے ہو ناں۔؟" انہوں نے قدرے نرمی سے کہا تھا۔ البتہ رہا۔ وہ خاموش ہی

www.novelsclubb.com

نے چمچ اسکے لبوں کے قریب کیا تو وہ لب بھینچ گیا۔ انہوں

"عبداللہ۔۔"

ہی تمہیں اب سخت لہجے میں بولی تھیں۔"تم میری بات نہیں مانتے۔میں وہ۔ کہتے میری زبان نہیں تھکتی اور تم ہو کہ مجھ ہمیشہ سر پر بٹھائے رکھتی ہوں۔بیٹا بیٹا تھیں۔ ہی سے ضد لگائے بیٹھے ہو۔"وہ نہایت آزردہ

"سے ضد نہیں لگائی آپا۔۔ آپ"

کے لہجے میں خفگی دیکھ کر وہ انکی جانب دیکھ کر نرمی سے بولا تھا۔ ان

"کو اسکی شادی ہو جائے گی تو کیا کرو گے ہاں؟ کل"

چڑ کر بولی تھیں۔"تب پہنچ جانا اسکے سسرال۔"انہوں نے آنکھیں گھمائیں۔ وہ

" ۔۔۔آپی شادی کیوں کریں گی؟ ۔۔ویٹ ویٹ"

آنکھوں میں تحیر تھا۔ اسکی

" اس دن ایک عبداللہ نامی شخص نے اسے کہا تھا۔ کیونکہ"

" کم آن۔۔۔آپا میں یہ کبھی نہیں چاہتا۔ اوہ"

www.novelsclubb.com

واضح طور پر حیران تھا اور زارا آپا کو بھی کر دیا تھا۔ وہ

کر لے۔ شادی وہ بھی کہہ رہے تھے کہ تمہیں شادی کرنی ہے اس لیے تم"

"

"میں نے وہ مذاق میں کہا تھا"۔

چاہتا تھا لوگ کہیں بڑی نہیں نے گہری سانس لی۔لب مسکرائے۔"میں اس بہن کنوارای ہے اور چھوٹے نے شادی منالی"۔

آپا اسکی اتنی چالاکی پر ہنس پڑی تھیں۔ زارا

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں"۔ --اب خیر

لبوں پر دلفریب تبسم ابھرا۔زارا آپا نے تفتیشی نگاہیں اسکے مسکراتے اسکے تھیں۔ چہرے پر جمار کھی

" اب یہ شادی کے نام پر لال گلابی ہوتے رہو گے یا کھانا بھی کھاؤ گے۔؟ "

"بس آپی کے ساتھ کھاؤں گا۔ میں"

"اور با۔۔۔اپنی ضد سے نہ ہٹنا بیٹا۔ ہائے"

نہایت عاجز تھیں۔ وہ

"نہیں ہے۔ ضد"

نے فوراً سے کہا تھا۔ اس

"ہے۔ محبت"

کرنا ضروری سمجھا۔ تصحیح

www.novelsclubb.com

"سے؟ تو میں بھی کرتی ہوں ناں تم بات محبت کی ہے اچھا"

نظریں ان پر تھیں۔ کی عبداللہ

نو آپا۔ مگر میں آپی کے ان کے ہاتھ سے چمچ لے کر واپس پلیٹ میں رکھا۔"آئی انداز التجائی۔ بنا نہیں کھاؤں گا۔"وہ انکے ہاتھ تھام چکا تھا۔ لہجہ نرم تھا۔

"کے لیے بھوکے بیٹھے ہو وہ چاہے پیٹ بھر چکی ہو۔ جس"

مسکرایا۔ سر نفی میں ہلاتے ہوئے انہیں تکا۔ عبداللہ

"نے کہا تھا کہ لنچ میرے ساتھ کریں گی۔ انہوں"

"لیٹ ہو گیا ہے کھالیا ہو گا اس نے۔ اب"

عبداللہ ان کے ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

آپا نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔"چاہے رات ہو جائے، چاہے نئی صبح شروع زارا وہ یہی کریں گی انہوں نے کہہ دیا کہ میرے ساتھ کھائیں گی تو ہو جائے۔ جب سے اسے ۔"وہ یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چل دیا تھا۔ زارا آپا نے تاسف دیکھا۔ پھر انکی نگاہیں لوازمات سے بھرے ڈائننگ ٹیبل پر جم گئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

اور جیولری سے بھرے ٹیم لنچ کر چکی تھی۔کپڑوں شوٹ کے بعد تمام پری کو تیار تھی۔ بیگ گاڑیوں میں رکھتے ہوئے خان ٹیکسٹائل کی ٹیم واپس لاہور جانے انہیں سی پریم چند،خان ٹیکسٹائل کا فوٹو گرافر،اپنی گاڑیوں میں بیٹھے تھے۔رستم البتہ آف کرنے نہیں آیا تھا۔ساری ڈیٹیلز پریم چند کو سمجھا کر وہ ہوٹل میں تھا۔ کہکشاں عدیل کے ہمراہ کھڑی اسے کچھ کہہ رہی تھی۔جس پر عدیل وقفہ بہ وقفہ سر کو اوپر نیچے جنبش دے رہا تھا۔خان ٹیکسٹائل کی گاڑیاں روانہ ہوئی تھیں۔

نے بھی واپسی کی راہ لی تو کہکشاں واپس ہوٹل کی جانب بڑھی تھی۔ عدیل

تھا۔حلیہ وہی تھا۔ گراؤنڈ فلور کے ایک کمرے میں رستم موجود کے ہوٹل لٹکے ڈارٹ چہرے کے تاثرات پتھریلے تھے۔یہ ایک گیمنگ کلب تھا۔دیوار پر سے بورڈ پر وقفہ بہ وقفہ ڈارٹس مارتے ہوئے وہ نہایت طیش میں تھا۔نشانہ درستگی لگ رہا تھا۔

اسکا موبائل رکھا تھا۔اس سے کمرے کے بیچوں بیچ پڑی اسنوکر کی مستطیلی میز پر رہا تھا۔رنگنگ ہو رہی تھی ''ٹوں ٹوں'' کی آواز گونج رہی تھی۔وہ کسی کو فون ملا ۔ہاتھوں کی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔بھوری آنکھوں میں سفاکی تھی فٹ حرکات میں لمحہ بہ لمحہ تیزی آتی جا رہی تھی۔ڈارٹس پوری قوت سے اب چند کے فاصلے پر لگے ڈارٹ بورڈ پر لگ رہے تھے۔

''ہیلو۔۔۔''

مردانہ آواز پر اسکے ہاتھ ساکن ہوئے تھے۔وہ فون کی جانب لپکا۔ بھاری

'' سے فون کر رہا ہوں۔مر گئے تھے کیا؟ کب''

دھاڑا تھا۔فون کے اس پار مرد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ

''کچھ پوچھ رہا ہوں؟ میں''

از حد سخت تھا۔ لہجہ

"کچھ نہیں میں تھوڑا مصروف تھا۔ وہ"

ٹھہر ٹھہر کر ادا کیے گئے تھے۔ الفاظ

"آؤں گا۔ بھی مجھے نظر انداز مت کیا کرو۔ براپیش میں مصروفیت"

نے اب جیسے وارننگ دی تھی۔ فون سے کسی کا قہقہہ ابھرا تھا۔ اس

"آپکا حکم جناب محترم۔۔ جو"

کی بار رستم بھی مسکرایا تھا۔ اسنو کر ٹیبل کے ساتھ کھڑے ہو کر پھر سے اب

لگا۔ ڈارٹس پھینکنے

www.novelsclubb.com

"ہو؟ کیسے"

"اچھا ہوں تم بتاؤ۔ مجھ ناچیز کو کیسے یاد کیا۔؟ میں"

آنکھوں میں چمک تھی۔ "کام تھا تم سے۔" وہ نرمی سے گویا تھا۔ بھوری

"کرو میں خوشی سے بے ہوش ہو جاؤں گا۔ نہ"

کے اس پار مرد کی آواز میں واضح بے یقینی تھی۔ فون

رہے ہو؟اوہ مائی گاڈ۔۔مطلب ہنس رہا تھا۔"کیا تم۔۔۔تم واقعی مجھے کام کہہ وہ تھی۔فون کے اس پار مرد کوئی تو مجھے قابل سمجھتا ہے۔"رستم کی ہنسی بے ساختہ خاموش ہو گیا۔

کے وقت گدھے کو باپ کہہ دینے میں کوئی ہرج تو نہیں ہے"۔ ضرورت"

"۔۔ ہونہہ"

بھوں چڑھایا گیا تھا۔"بولو کیا کام ہے؟"بے زاری سے پوچھا۔ ناک

" کے ہوش ٹھکانے لگانے ہیں۔کسی"

" کو ٹپکانا ہے بھائی۔ کس"

شخص خوش ہوا تھا۔ دوسرا

" نہیں ہے۔بس نظر رکھنی ہے۔ڈرانا ہے۔نہ ڈرے تو پھر سوچیں گے۔ ٹپکانا"

www.novelsclubb.com

کی آواز مدھم تھی۔چہرے پر سختی سی آگئی تھی۔ گردن کی رگیں اُبھر گئی رستم تھیں۔

"کون؟کیا کیا ہے اس نے؟ ہے"

"تو کوئی نہیں۔بس اسے چین راس نہیں ہے۔ ہے"

نے سر گوشی کی۔کلب کی دیواریں کان لگا کے انکی گفتگو سن رہی تھیں۔ اس

"بھی بتاؤ کرنا کیا ہے؟ پھر"

"کے کے کریئشنز کا پتہ جانتے ہو؟ تم"

سوال کرتے ہوئے کوٹ اتار کر میز پر رکھ رہا تھا۔اسے شاید گرمی لگ رہی تھی۔ وہ

"نہیں جانتا۔؟ کون"

"گڈ۔ ویری"

"تو اسکی اونر کو بھی جانتا ہوں۔ میں"

www.novelsclubb.com

۔ پار مرد نے نہایت متانت سے کہا اس

بھڑکا۔"زبان کو لگام دو۔"وہ مرد ہنس پڑا۔ رستم

" ایک آدمی کی تصویر بھیج رہا ہوں۔ تمہیں"

نے ہاتھ میں بچا اکلوتا ڈارٹ میز پر رکھا۔فون اٹھایا۔ رستم

" آدمی کو وہاں دیکھو تو بتانا۔ اس"

"ہے باس۔۔ ٹھیک"

"کیا ہے ویسے۔؟؟ معاملہ"

www.novelsclubb.com

نے کریدا۔ اس

بہن کے ساتھ یہاں دِکھا تھا اسلیے کہہ رہا ہوں نظر رکھو دوبارہ ملاقات نہ تیری"

" کر پائے۔

مرد نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس

"کانام کیاہے ویسے۔؟ اس"

چندپل بعد بولا تھا۔ وہ

"۔ بدر حسین"

کے لب ہلے۔ رستم

". اور کچھ ہو جائے گا۔ کام"

مدھم سا بولا۔ وہ

"تم اسی قابل ہو۔ بس"

www.novelsclubb.com

کر فون کاٹ دیا۔اب وہ کسی اور کو فون ملا رہا تھا۔اب کی بار فون ہاتھ میں تھا۔ کہہ کال کرتے ہوئے وہ فون کی اسکرین میں خود کو دیکھ رہا تھا۔ ویڈیو

میں میز سے اپنا پرس اور موبائل اٹھاتی ہوئی کہکشاں کے ہاتھ تھم گئے۔اسکی ہال اسکرین پر تھیں۔ نظریں موبائل

"کی کال؟ عبداللہ"

لبوں میں جنبش ہوئی۔فون کان سے لگالیا۔ اسکے

"ہاں۔۔؟؟ "

کان کی لو مسل رہی تھی۔ وہ

سے بیگ سٹرپ کو کندھے پر ڈالا۔ عجلت

" بس نکل رہی ہوں۔ میں"

چلنے لگی تو ہال میں ٹک ٹک کی آواز گونجنے لگی۔ وہ

www.novelsclubb.com

" ایک گھنٹہ۔ بس"

ہوئے کال کاٹ کر کوٹ میں رکھا۔وہ جو بیرونی دروازے کی جانب بڑھ رہی کہتے

سے آواز ٹکرائی تھی۔بھاری مردانہ آواز۔وہ اس آواز کو تھی۔اسکی سماعت

غیر متحرک تھے۔آواز جس کمرے سے آ رہی تھی پہچانتی تھی۔اسکے پاؤں اب

اسکا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔

چندپل باہر کھڑی رہی۔اندر کھڑا شخص مسلسل باتوں میں محو تھا۔کسی دوسرے وہ

آوازیں بھی وہ سن سکتی تھی۔سبز آنکھیں پھیل گئ تھیں۔ہاتھوں کی وجود کی

کراندر گئ تھیں۔لب کاٹتے وہ ایک جھٹکے سے دروازہ دھکیل مٹھیاں بھینچ

داخل ہوئی۔اسکی رنگت سرخ ہو چکی تھی۔

کھلنے اور کسی کی آمد سے رستم کے ہاتھ سے موبائل نیچے زمین پر بچھے کارپٹ دروازہ

تھا۔ گردن بے ساختہ مڑی تو بھوری آنکھوں میں ڈر کی لکیریں بن گئیں۔ پر گر گیا

"آپ ؟۔۔"

کہکشاں لڑکھڑا کر بولا۔اسکی رنگت اڑ گئی تھی۔۔بے چینی سے گردن کو مسلتے وہ وہ

رہا تھا۔ کو دیکھ

"میں۔ جی"

سے کہا۔ ترشی

"نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ آپ"

سنبھلا۔البتہ دھڑکن ابھی بھی منتشر تھی۔ وہ

"جلدی ڈر بھی جاتے ہیں آپ۔ اتنی"

طنزیہ بولی۔رستم جھک کر کارپٹ پر گرا فون اٹھا رہا تھا۔اسکرین سیاہ ہو چکی تھی وہ

۔

"کچھ سن تو نہیں لیا انہوں نے۔ کہیں"

کی لو کھجاتے ہوئے وہ ابھی بھی زمین پر جھکا تھا۔بھوری آنکھیں سبز آنکھوں کان سے انکاری ہو رہی تھیں۔اسنو کر میز کے نیچے چھپے رستم پر کہکشاں سے ٹکرانے تھیں۔ کی نظریں گڑھ سی گئی

www.novelsclubb.com

اٹھا۔لبوں پر زبردستی کی ایک مسکراہٹ سجا رکھی تھی۔مگر اسکی زرد رنگت رستم نہیں چھپی تھی۔ کہکشاں سے

"گئیں نہیں ابھی تک؟ آپ"

"میں تو گھر پر ہوں۔یہاں میرا بھوت ہے۔ نہیں"

اسکی بات پر مسکراہٹ دباتے ہوئے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا رستم کالر سیدھی کرتے تو کبھی گردن کھرچ رہے تھے۔ تھا۔اسکے ہاتھ

"مجھے لگا تھا آپ چلی گئی ہوں گی۔ نہیں"

کے لیے تیار رہنا صورتحال نہیں جو لگتا ہو وہی ہو۔انسان کو ہر ضروری"

"چاہیئے۔

نے سر ہلا دیا۔نظریں ابھی بھی کچھ تلاش رہی تھیں۔ رستم

کبھار انسان جس شے کے لیے مارا مارا پھرتا ہے وہ اسکے پہلو میں ہوتی ہے۔ کبھی‘‘

‘‘

نے اپنی داہنی جانب جھک کر سنجیدہ تھی۔اسکی آنکھوں کے اشارے پر رستم وہ نان اسکورنگ ڈارٹ اٹھا کر نشانہ لگایا تو تھا۔رستم نے دیکھا۔ڈارٹ وہیں گرا ایریا میں جا کر لگا ہوا ڈارٹ دیکھ کر وہ خاصہ شرمندہ سا ہوا۔

وہ رستم کے ہمراہ آ تمام ڈارٹس اتار کر آگے بڑھی۔ڈارٹ بورڈ سے کہکشاں کھڑی ہوئی۔

نے تھوڑا کھسک کر فاصلہ بنایا تھا۔وہ قدموں کی قینچی بنائے کھڑی تھی۔ رستم اسکی سرخ ہیلز پر تھی۔وہ ڈارٹس سے نشانے لگانے لگی۔ رستم کی نظر

۔ ایک

۔ دو

تین۔

ڈارٹس ریڈ ایریا میں جا لگے تھے۔ چھوٹے سے سرخ دائرے میں وہ ڈراٹس تینوں دیکھا۔ وہ ابھی بھی ڈارٹ بورڈ کو دیکھ رہی تھی۔ دیکھ رستم نے اسے

"کافی اچھا ہے آپکا۔ نشانہ"

اس نے سراہا۔

"کر رہیئے گا۔ ہو سکتا ہے میرا اگلا نشانہ آپ پر ہو۔ بچ"

آنکھیں پہلو میں کھڑے مرد پر تھیں۔ وہ اسکے شانوں تک آتی تھی۔ سبز

بھی اس انداز سے کرتی تھی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ وہ معمولی سی بات سبز

خوف آیا تھا۔ کہ اس سے خوف آتا تھا۔ رستم کو اس پل اس سے نا جانے کیوں پر

"پر تو اچھے اچھے کھلاڑیوں کے نشانے چوک جاتے ہیں۔ مجھ"

جانب جھک کر سرگوشی کی۔ اثر نہیں کرتے۔" اسکی مسکرایا۔" وار مجھ پر وہ

www.novelsclubb.com

"کے کے کی کمان سے نکلے اور نشانہ نہ لگے۔ناممکن۔ تیر"

نے سر جھٹکا۔چہرہ سپاٹ تھا۔ اس

"اچھی کر لیتی ہیں آپ۔ باتیں"

محظوظ ہوا تھا۔انداز داد دینے والا تھا۔ وہ

"پبلک اسپیکر آپ ہیں۔ حالانکہ"

نے ابرو اٹھایا۔ اس

نے گہری سانس لی۔"اب کیا بتائیں آپ جیسی مہیلا کے سامنے اس پبلک رستم بند ہو جاتی ہے۔"وہ بے اختیار کہہ گیا تھا۔اپنے الفاظ کا اندازہ تب اسپیکر کی بولتی کی ہنسی کی آواز کلب میں گونجی تھی۔ ہوا جب کہکشاں

سر جھکا کر وہ بھی ہنس پڑا۔ہال ابرو مسلتے ہوئے چند پل اسے دیکھتا رہا۔پھر رستم وہ اب نہیں تھی۔ میں رستم کے الفاظ پر کہکشاں کے چہرے پر جو کلفت تھی

www.novelsclubb.com

کا حصّہ بھوری آنکھوں والا مرد بھی اب سرد مہر نہیں تھا۔وہ دونوں ایک ہی لمحے ہو کر مسکرا رہے تھے۔اس ہوٹل کے در و دیوار متحیر و ساکت بس انکے متبسم رہ گئے تھے۔ تکتے چہرے

تاریکی نے اجالے کو نوالے کی طرح نگل لیا تھا۔اب وہ دھاک جمائے فلک پر قابض تھی۔موسم بدل رہا تھا دن میں سورج کی پر تپش شعائیں اور رات میں سرد ہوائیں۔

ہلکی سرد رات میں دیوار گیر کھڑکی پر اس کے کمرے کے پردے برابر تھے۔کمرے میں نیلگوں روشنی تھی۔باہر کی ہوا سے پردے لہلہا رہے تھے۔سبز رنگ کے جوڑے میں ملبوس امن شیرازی ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لیے بستر پر بیٹھی تھی۔

بیڈ کراؤن سے لگی تھی اور ٹانگیں سیدھی۔ گود میں سیاہ جلد والی ڈائری کُھلی پشت
۔ قلم اسکی شہادت کی اور بڑی انگلی کے درمیان میں اٹکا ہے۔ پڑی تھی

اسکی عادت نہیں ضرورت تھی۔ لکھنا

نہیں کہہ سکتے وہ سے خود سے گفتگو کا ایک طریقہ ہے۔جو باتیں ہم کسی لکھنا
خود سے کہہ سکتے ہیں۔

بھی یہی کرتی تھی۔ وہ

کھاتے ہوئے وہ پھر سے خود گھٹنا موڑ کر ڈائری اس پر رکھی۔ چپس س نے ا
سے ہم کلام تھی۔

www.novelsclubb.com

"رب نے بشر کے لیے بہت آزمائشیں رکھی ہیں۔

سب سے بڑی آزمائش ہے۔۔۔"محبت"۔کسی بشر کی بشر سے ہی محبت بڑی آزمائش ہے۔اس محبت میں انسان بہت کچھ بھول جاتا ہے کبھی خود کو تو کبھی خدا کو۔ اور جو محبوب میں اتنا کھو جائے کہ رب کو بھول جائے تو وہ رب کو کھو دیتا ہے۔

رب کو کھو دینا کیا کوئی افورڈ کر سکتا ہے؟"۔

(وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹی تھی۔کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔کان فون سے لگائے وہ کسی سے فون پر باتوں میں محو تھی۔لاہور اور اسکے گرد و نواح میں اذان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔سرخ رنگ کے لباس میں ملبوس لڑکی تکیے پر گال ٹکائے، متبسم آنکھوں سے کچھ کہہ رہی تھی۔

" تمہارے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔ مجھے "

جو کہا وہ کھلکھلا کر میں فون کے اس پار کسی نے جواباً کی بات کے جواب عشال ہنسی تھی۔

"جانِ جہاں۔ تو خود کو بھول جاتا ہوں میری میں"

"تم نے؟ سیکھی ہیں چیزی لائنز کہاں سے یہ"

سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔ نظریں چھت پر تھیں۔ وہ

"آجاتی ہیں یار۔ سوچ کر خود تمہیں"

نے جیسے وضاحت دی تھی۔ اس

www.novelsclubb.com

سے کوئی جواب نہ بن پایا۔ مگر جواب دینا بھی ضروری تھا۔ اس

"میں مجنوں کی لیلی ہوں؟ کیوں"

کا چہرہ چمک رہا تھا۔ سنہری بالوں کی لٹ کو ایک ہاتھ سے مڑوڑتی وہ ہر خوف اس خوش تھی۔ آج سے عاری

"لیلی ہو یا نہیں یہ تو نہیں پتا مگر میں تو مجنوں ہی ہوں۔ تم"

کے اس پار مرد نے بشاشت سے کہا تھا۔ فون

اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بال اسکی پشت کو ڈھک رہے تھے۔ ماتھے پر لکیریں کھینچ گئی وہ

اوہ ہیلو۔"اسکی آواز میں تحکم در آیا۔"میرے علاوہ کسی اور کا سوچا بھی" تھیں۔

لوں گی"۔ تو جان نکال

جل کر بولی تھی۔ وہ

"۔؟ کے بچے علاوہ کونسی لیلی ہے تمہاری۔۔۔ مجنوں میرے"

پل قبل والی ہنسی اڑن چھو ہو گئی تھی۔ فون کے اس پار مرد کا قہقہہ ابھرا تھا۔ چند

"دیکھنا ہے۔ چہرہ ہوتا ۔۔۔ویڈیو کال پر آؤ۔ مجھے تمہارا سرخ یار"

"اپنی لیلی کا دیکھو۔"

فون ہاتھ میں رکھے فون کاٹ گئی تھی۔اذان کی آواز اب نہیں تھی۔ وہ

وہ اب اسکے میسجز کی رنگ ٹون سے خوش ہو رہی تھی جو دانتوں سے لب کاٹتی

فوراً اٹھ جانے والی کو آج تھی۔ نماز کے لیے وقفہ بہ وقفہ خاموشی میں گونج رہی

میں اللہ کو بھول گئی تھی۔ ۔آج وہ بشر کی محبت نماز کی فکر نہیں رہی تھی

خدا کسی بشر کی محبت میں خدا جتنی محبت انسان سے کوئی نہیں کر سکتا پھر انسان

۔(بھول جاتا ہے؟ کی محبت کیوں

کی طرف میں ملنے والا غم بھی اللہ اتارتا ہے۔محبت میں اللہ دلوں محبت

جو اپنی مخلصی کا ڈھنڈھورا فاتح وہی ہوتے ہیں میں ۔محبت سے ہوتا ہے

۔ میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں غمِ الفت نہیں پیٹتے بلکہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دبئی کے ہوٹل میں جائے نماز بچھائے احسن دوزانو تھا۔ ہتھیلیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ سر جھکا ہوا تھا۔ گھنگریالے بال اسکے ماتھے پر گر رہے تھے۔ سناٹا اتنا گہرا تھا کہ سانسوں کی آواز بھی معدوم سی لگتی تھی۔ وہ بس اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا تھا۔ خالی ہاتھ کتنا دکھ دے رہے تھے۔ خالی دل کا کیا؟

آنکھوں کی پلکوں میں جنبش ہوئی تو ایک موتی گال پر پھسل کر بے مول ہوا سیاہ نم تھیں۔ لب کپکپا رہے تھے۔ ہر کسی کو ہنسانے والا اپنے غم میں تھا۔ اسکی آنکھیں آج بھی تنہا تھا۔

"نے کبھی اُسے آپ سے نہیں مانگا۔ میں"

www.novelsclubb.com

نے آنکھیں رگڑیں۔ ہاتھ پھر سے پھیلا لیے۔ "یااللہ میں نے کبھی اسے نہیں اس ہچکولوں کی زد میں تھا۔ اسکا وجود " مجھے لگتا تھا وہ تو میری ہی ہے۔ مانگا۔ کیونکہ کو افسردہ کر رہی تھی۔ گھٹی گھٹی سی سسکیوں کی آواز برج العرب کے در و دیوار ہلکی ۔"اسکی آواز لیے ہے اور میں اسکے لیے "مجھے یقین تھا کہ وہ میرے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مگر تھی۔لہجہ شکست خوردہ۔"وہ میرا محور تھی۔مجھے اس کے گرد ہی رہنا تھا۔ درمیان یہ تیسرا کون آگیا، یارب؟ کیا اب یہ کیسا اندھیرا چھا گیا ہے؟ یہ ہمارے اشک بہا ۔ہر بات کو مزاح کا رنگ دینے والا آج میری محبت کو گرہن لگ گیا؟ رہا تھا۔ہاں وہ رو رہا تھا۔

دیتی جب سفا کی پر اتر آئے تو چٹان جیسے دلوں کو بھی ہنجوؤں کی سوغات محبت آئے گا امن کا زکر اپنے ساتھ لے کر ہے۔"مجھے یقین تھا جہاں جہاں احسن کا نام ہے اللہ۔؟آنسو اسکے جڑ سکتا آئے گا۔آج اس کے نام کے ساتھ کوئی اور نام کیسے قطرے جائے نماز پر چکے تھے۔ٹھوڑی سے یکے بعد دیگرے کر چہرے کو تر کی دیواریں اس مہمان کی دلجوئی کے لیے لفظ تلاش رہی گر رہے تھے۔کمرے تھیں۔

محبت کے زخموں کے لیے کوئی دلاسہ مرہم نہیں بن سکتا۔

www.novelsclubb.com

سن رہی تھیں۔ لفظوں کی قلت محسوس کرتی ہوئیں اسی کو بھی دیواریں نہیں ''رستم اسکے لیے اچھا انتخاب ہو سکتا ہے مگر احسن جیسی محبت امن سے کوئی کر سکتا۔احسن جتنا اسے کوئی نہیں چاہ سکتا۔احسن کی طرح اسے کوئی نہیں مانگ ۔''اسکی آنکھوں میں چمک تھی۔آواز مدھم۔لہجہ مستحکم۔دماغ شل اور دل سکتا۔ گھائل۔۔۔

اس نے سر اٹھایا تھا۔چہرہ آسمان کی جانب کیے اس نے حلق تھوک نگل کر تر اب خشک تھے۔لفظوں کا گولا حلق میں اٹک گیا تھا۔''میں اسے مانگنے پر کیا تھا۔لب ہے کاتبِ تقدیر اسے میرے حق میں لکھ دے گا۔میری محبت آؤں تو مجھے یقین یہ جانتے ہوئے کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی سچی ہے اور جذبات پاک۔مگر میں چاہتا ہوں۔''اس نے امن کی ہے خود غرض نہیں بن سکتا۔میں اسے خوش دیکھنا نہیں ہو۔''میں خوشیاں یوں مانگی تھیں جیسے مرنے والے نے آخری خواہش کی کوستائے۔اگر یہ غم میرے دامن میں میری امن چاہتا محبت میں ناکامی کا غم

www.novelsclubb.com

تیار خاکِ ہجر کو سر کا تاج بنانے کو خوشی دے سکتا ہے تو میں گر کر اسے ہوں۔"اس نے گہری سانس لی۔

دماغ کے نہاں خانے میں وہ اسے رستم کے ساتھ آنکھیں موند لیں۔ سیاہ کرتا یکدم آنکھیں وا کر گیا۔چہرے پر سایہ لہرایا۔وہ سانس نہیں لے سکا۔ تصور کانپنے لگ گئے تھے۔ اسکے ہاتھ

اللہ۔؟؟"""سانس کا ۔"میں۔۔۔اسکو مانگ لوں چند پل وہ ساکت رہا۔ طلب کی تھی۔بے بسی کا اعتراف ٹانکا بحال ہوا تو اس نے لڑکھڑا کر کہا تھا۔اجازت ہوں۔ پوچھنا چاہتا میں کیا تھا۔"جو خوشیاں اسے میں دینا چاہتا ہوں۔جو آنسو کوئی دے،وہ غم کوئی خوشی اسے جو محبت اسے میں دینا چاہتا ہوں۔وہ نہیں سکوں گا۔یارب میں سہہ بانٹے،وہ حق کسی اور کو مل جائے۔۔۔میں یہ دیکھ نہیں پاؤں گا۔"اسکے جسم پر کپکپی طاری تھی۔

تھا۔خیالِ ہجر اسکے اسے اپنے جھانسے میں لے کر اسکی سانسیں روک رہا خوف یوں کچل رہا تھا کہ لہو بہنے لگا تھا۔"مجھے اس سے دل پر پیر رکھ کر بے دردی سے جاؤں گا اللہ۔۔"اس نے سر ہتھیلیوں میں گرایا بے حد محبت ہے۔میں اسکے بنا مر ۔ اور سسک پڑا

اسکے شانے پر ہاتھ رکھنا چاہا تھا۔وہ اسکے غم پر تڑپی تھی۔باہر نے دیوار عقبی سمندر میں غرق ہونے کو تیار تھیں۔جہاں احسن سے واپس جاتی لہریں ساحل دل ڈوب رہا تھا وہ کنارے پر آکر کیا کریں گی؟ کا

سر ابھی بھی جھکا تھا۔دل ابھی بھی طلبگار تھا۔"اے تقدیریں لکھنے والے، لکھ اسکا والے اسے میرے نصیب کا حصہ کر دے۔اگر وہ کسی اور کی قسمت میں کر پلٹنے نہیں میں نے اُس سے ساتھ کی بھیک میرا بخت بنا دے۔ لکھ دی گئی ہے تو اسے مانگی۔۔۔اسے پانے کے لیے تجھ سے فریاد کی ہے۔وہ مجھے اپنا آپ نہیں دے سکتی لیکن تُو اسے میرا کر سکتا ہے۔"وہ اسے مانگ رہا تھا۔

کہہ رہی تھیں۔ سمندر کی وہ اسے مانگ چکا تھا۔اس دعا پر ہوائیں ٹھہر کر آمین
جس کا میں تجھ میرے نصیب میں وہ لکھ دے " ٹھاٹھوں میں یہی گونج تھی۔
پر پھیرے۔وہ خاموش ہو گیا تھا۔ سے سوال کر رہا ہوں۔"ہاتھ چہرے

دعائیں بے چین دلوں میں سکون بھر دیتی ہیں۔

لے رہا تھا۔گہری، ٹھنڈی دل پر سکون ہو رہا تھا۔وہ گہری سانسیں کا اس
اور سکون بھری سانسیں۔

پل بعد جب اس نے سر اُٹھایا تو چہرے کی رنگت سپید تھی۔سیاہ آنکھوں میں چند
وہ ساکت رہا۔یہ اس نے کیا کیا؟ چند پل دل شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ ملال تھا۔
۔ خود غرضی؟

نہیں۔وہ سر کو نفی میں ہلا رہا تھا۔سوچیں اسکا گلا گھونٹ رہی تھیں۔لب ہلے نہیں
پھنسی پھنسی آواز نکلی تھی۔ سے تو حلق

"میں خود غرض نہیں ہوں بے بس ہوں۔" یہ خود کے حق میں دی جانے والی دلیل تھی۔ "میں چاہتا ہوں اس کا ہر جذبہ میرے لیے ہو۔ ہر احساس مجھ سے وابستہ ہو۔ اسکی ہر ہنسی کی وجہ میں بنوں۔ جب وہ روئے تو مجھے حصار باندھنے کا حق حق میں چھیننا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے عطا کیا جائے۔" وہ اب ہوا اور یہ کو دیکھ رہا تھا۔ چھت اسکے لیے نہیں تھی وہ تو چھت والی ونگار پھر سے نقش تھا۔ وسعتوں والے فلک کے خالق کو دیکھ رہا

"کیا جائے گاناں؟۔۔۔۔۔ عطا"

اچکا کر سرگوشی میں سوال کیا۔ بھنویں

صبر کا کٹھن اور طویل سفر وہ معجزہ مانگ رہا تھا۔ معجزوں کی منزل پانے کے لیے نہ کرنے پر ہی انعامات پار کرنا پڑتا ہے۔ آزمائش میں ملنے والے کانٹوں پر اُف تک ملتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

مشکلات میں رب سے گلہ نہیں کرتا، صبر کرتا ہے۔ معجزوں کے انعامات مومن ہیں۔ ہی تو ہوتے صبر والوں کے لیے

"محب کو بہت پریشانیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔ محبت سکون دیتی ہے تو بے آرامی بھی اسی روح کی سوغات ہے۔ یہ خوشی دیتی ہے تو اسکا غم بھی جان ہلکان کر دیتا ہے۔ یہ ہے تو روح جھلسانے کا کام بھی یہی کر سکتی ہے۔ میں اتر کر اسے ٹھنڈک بخشتی نوازا جائے محبت کا کونسا رخ بخت کا ہوتا ہے کہ اسے فیصلہ محب کے یہ گا؟۔

www.novelsclubb.com

" ؟ ناجانے کہاں ہیں؟ کیسی ہیں۔ وہ"

کی آواز مدھم تھی، ملال بھری، فکر آمیز۔ سنہری روشنی اسکے ماتھے پر گر رہی مرد تھی۔

" انہیں کچھ ہوا تو میں آپکو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر"

تھیں۔ کریم پینٹ اور بھوری پر لکیریں گہری ہو گئی سختی سے بولا۔ پیشانی وہ میں ملبوس آدمی نے بازو لمبے کر کے مقابل کی گردن دبوچ شرٹ ڈھیلی ڈھالی بڑھا مگر بھوری آنکھوں کے اشارے پر اپنی جگہ لی تھی۔ اسی لمحے چوکیدار آگے اس کے سامنے شل تھا۔ یقین تھیں۔ اسکا دماغ ٹھہر گیا۔ بھوری آنکھیں بے گاڑھے کھڑا تھا۔ اس پر نگاہیں کھڑا شخص مشتعل

www.novelsclubb.com

" کے ساتھ ایسا کون کر سکتا ہے۔؟ ان"

نے دھیرے سے دریافت کیا تھا۔ گردن ابھی بھی مقابل کے ہاتھوں میں تھی اس کا نرم تھی۔ "ان کو کہاں چھوڑا تھا تم نے؟" وہ اسکی گرفت ۔ البتہ اب گرفت کے اشتعال میں اضافہ ہوا۔ اثر لیے بنا کہہ رہا تھا۔ بھوری شرٹ والے آدمی

"کو اپنی مرضی کے رنگ مت دیں اسپیکر صاحب۔ باتوں"

اسے جھٹکا دیتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔"وہ آپ سے ملنے آنے والی تھیں۔اب وہ منفی تھا۔ لیا کہاں ہوں گی۔؟"اس نے اپنا سر تھام ۔۔۔اب وہ نا جانے سوچیں اس کا سانس روک رہی تھیں۔

" میں خود بہت پریشان ہوں۔ عدیل"

سناٹا۔سارے آواز کو فت زدہ تھی۔یوں جیسے وہ بس خاموشی چاہتا تھا۔ اسکی ۔کچھ نتیجہ نکال سکے۔ مگر اسکے سامنے کھڑا شخص میں سناٹا۔تا کہ وہ کچھ تو سوچ سکے اسے وہ خاموشی نہیں نواز رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

" کتنے خود غرض ہیں۔مجھے تو یہ سب آپکا گیم لگ رہا ہے۔ آپ"

بھڑ کا تھا۔"مجھے پہلے دن سے آپ پر شک تھا۔"اس نے انگلی اسکے سینے وہ آنکھوں والے مرد نے اسے بے زاری سے تکا۔اسے اپنے پر ٹھونکی۔ بھورے

ہو رہی تھی۔خدارا کوئی چپ کرائے مقابل کھڑے زبان چلاتے مرد سے کوفت اُسے۔

ہوں۔۔۔" الجھی کڑیاں ملا رہا تھا۔"میں آپکو پھر بتا رہا دماغ خاموش تھا۔ وہ کہ وہ لب اسے ایسی نظروں سے دیکھا رستم نے اس سے قبل کے وہ کچھ کہتا تھے۔ٹھنڈی ہوا جیسے جسم کو پر کھڑے گیٹ ہاؤس کے وہ فارم بھینچ گیا۔ سیاہ فلک بادلوں کی اوٹ میں تھا۔ چیر رہی تھی۔

"ہم بیٹھ کر حل نکالیں۔؟"

اسکی نے آہستگی سے اسے کہا تھا۔پھر وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے اندر بڑھ گیا۔ رستم الفاظ اسکی سماعت پر ہتھوڑے کی طرح آنکھیں جل رہی تھیں۔چند منٹ قبل جو پڑے گا عدیل۔" کوئی حل نکالنا" اب بھی درد پہنچا رہے تھے۔ برسے تھے وہ کیے اسکے اسکی آواز مزید مدھم ہو گئی تھی۔یہ التجا تھی۔عدیل بنا کوئی مزاحمت عقب میں چل پڑا تھا۔

"مصائب تنہا نہیں آتے۔وہ اپنے ساتھ بہت کچھ لاتے ہیں۔تکالیف،پریشانیاں، خوف،ملال اور سراغ"۔

وہ دونوں اب فارم ہاؤس کے ہال میں تھے۔عدیل پریشانی سے سر ہتھیلوں پر گرائے بیٹھا تھا۔رستم انگلیوں سے کنپٹی مسل رہا تھا۔

"یہ بتائیں آپکو سب کیسے پتا چلا؟ مجھے"

نگاہیں اس پر تھیں۔آواز بلند۔لہجہ سخت۔وہ اب کہکشاں کے ساتھ کام مشکوک نہیں تھا۔رستم نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔اسکا سر بھاری تھا۔ کرنے والا ور کر عدیل اسکے لفظوں پر دم سادھے بس اسے سننے لگا تھا۔ اس کے لب ہلے تو

(رات کی سیاہی اسکے فارم ہاؤس پر حصار باندھے ہوئی تھی۔فارم ہاؤس کے اندر کا منظر باہر سے مختلف نہیں تھا۔تاریکی کے لپیٹ میں فارم ہاؤس کے ہال میں دفعتاً آواز کے ساتھ ہلکی سی روشنی لمبی پٹی کی صورت ایک سیدھ میں چھت سے ٹکرانے لگی تھی۔موبائل فون کی آواز نے سکوت کو توڑا۔ہلکی روشنی جو کہ اطراف میں پھیل رہی تھی اس سے صوفے پر لیٹا وجود دکھائی پڑتا تھا۔وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔اس کے سکون میں خلل کی پرواہ کیے بغیر موبائل فون بج رہا تھا۔وہ جو گہری نیند میں تھا اسکے ماتھے پر سلوٹیں ابھری تھیں۔پیشانی مسلتے دفعتاً وہ اٹھ بیٹھا۔موبائل فون اٹھا کر نیم وا آنکھوں سے دیکھا تو چہرے پر تفتیش ابھری تھی۔اس نے فون اٹھالیا۔کان سے لگاتے ہی وہ کھڑا ہو کر دائیں جانب چل دیا۔

"ہیلو۔"

www.novelsclubb.com

روشن کر رہا تھا۔ اسکی آواز نیند میں ڈوبی تھی۔دوسرا ہاتھ یکے بعد دیگرے بتیاں کسی سے ہال میں سنہری وسفید رنگ کی روشنیوں کے حصار میں کھڑا شخص مخاطب تھا۔

" میں رستم طیار۔ جی"

مدھم تھی خمار بھری آواز میں کہتا وہ تشویش سے بولا۔"آپ کون؟"اسکی آواز گئی تھیں۔"واٹ؟" ۔فون کے اس پار کسی کے جواب سے بھوری آنکھیں پھیل اسکی آواز بلند تھی۔لہجہ فکریہ۔

" ہو کون تم؟"

www.novelsclubb.com

تم۔۔۔ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔"رابطہ منقطع" عجلت میں واپس صوفے پر آ بیٹھا۔ وہ وہی نمبر پھر سے سبک روی سے ہو چکا تھا۔اس نے فون ہٹا کر دیکھا۔اسکے ہاتھ کے ملائے ہوئے نمبر سے رابطہ ممکن نہیں ۔"آپ ڈائل کر رہے تھے نے سر پکڑا بعد کوشش کیجئے۔شکریہ۔"رستم دیر کچھ ۔برائے مہربانی

نہیں ۔وہ بس خود سے بڑبڑا رہا تھا۔"نہیں لیا۔"کیا تھا یہ؟"اسکا دماغ شل تھا ۔۔یہ جھوٹ ہے۔"اسکا سر نفی میں ہل رہا تھا۔"آئی تھینک اٹس آپریٹنگ۔"اسکے ۔گہری سانس لے کر وہ خود کو مطمئن کر رہا تھا۔اسکے بال پیشانی پر لب ہلے عام سا۔آرام دہ ٹریک سوٹ میں ملبوس رستم دو انگلیوں اور بکھرے تھے۔حلیہ رہا تھا۔وہ جو سوچتا تھا مشکلیں تمام ہو گئیں۔اس پر انگوٹھے کے پور سے ابرو مسل پھر مصیبت آن پڑی تھی۔

اطلاع دیے)۔ وقت اس پر بے رحمی کے باب کھول رہا تھا بنا کوئی

www.novelsclubb.com

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

سے حلیے میں اسکے سامنے بیٹھے عدیل کھگہ کا انداز تفتیشی تھا۔وہ سخت برہم رف تھا۔

"آدھی ادھوری بات۔بے ربط فقرے؟ یہ"

سیدھا ہو بیٹھا۔"یا تو آپ بے وقوف ہیں یا مجھے سمجھتے ہیں؟"اسکی آواز اسکی اپنی وہ نہیں تھی۔اس میں اسکی وفاداری بول رہی تھی۔

اسکے قبضے میں کہ کے کے اتنا کہا گیا تھا نے جھرجھری لی۔"مجھے بس رستم پر گرفت مضبوط کی۔ گردن کی نسیں ابھر رہی تھیں۔" ہے"عدیل نے صوفہ گئی۔"وہ کہہ رہا تھا کہ عدیل نے اسے ٹوک دیا۔ مجھ سے پیسوں کی ڈیمانڈ نہیں کی

"اس نے آپکو ہی فون کیوں کیا؟ جو بھی ہے۔ وہ"

"کیا معلوم۔؟ مجھے"

بلاوجہ گھسیٹا جا رہا ہے۔"وہ کو معاملے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔"مجھے تو رستم کوئی اجنبی رات کے دس بجے مجھے انجان نمبر سے ایک" بھڑک اٹھا تھا۔ بچا سکو تو بچا لو۔"اس نے ہاتھ ہے فون کر کے یہ کہتا ہے کہ کے کے اسکے پاس

واضح بے زاری تھی۔"اسکے بعد اسکا پی اے میرے گھر تک پہنچ کر میری جھلایا۔ ہے کہ یہ سب میں نے کیا ہے؟"ہاتھ سینے پر رکھا۔ تحیر بھرا لہجہ گردن دبوچ لیتا

۔

" کوئی ویلا بندہ ہوں جو کڈنیپ کرتا پھروں کسی کو؟ میں"

نے پشت صوفہ سے لگالی۔ اس

" آپ سے ملنے آنے والی تھی۔ وہ"

" مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ وہ"

ہنوز بل دار تھا۔ ٹوکا۔ماتھا نے درشتی سے رستم

" پریشان ہوں۔ میں"

بے بس ہوا۔ عدیل

" تو بہت مزے میں ہوں۔ میں"

www.novelsclubb.com

کنفرمٹی ہے کہ وہ واقعی کڈنیپ ہوئی ہیں؟"۔ سلگ اٹھا۔"کیا وہ نیند۔ پُرسکون نے آنکھیں ملی تھیں۔اسے بس نیند چاہیے تھے۔لمبی اس "شک کی کوئی گنجائش ہے۔؟"

رہا ہے۔نہیں معلوم وہ کہاں ہیں؟ جا واضح طور پر حیران تھا۔"ان کا نمبر بند وہ ہاتھ وسط میں حائل میز پر کس حال میں ہیں؟اور آپکو کنفرمٹی چاہیے"۔اس نے پوری قوت سے دے مارا۔رستم بس اسے دیکھے گیا۔

" آپکو اور مجھے فون کر کے یہ کیوں کہے گا؟ کوئی"

متردد ہوا تھا۔وہ اٹھ تنفس بگڑا تھا۔آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔رستم اسکا ناں؟" بیٹھا۔"مجھے بتاؤ وہ مجھ سے ملنے آنے والی تھیں کر عدیل کے ہمراہ عدیل نے اسے دیکھا۔سرد نگاہ۔"پلیز سب بتاؤ مجھے"۔نرمی سے پوچھا۔

تھی۔"وہ آؤٹ آف سٹی رہا۔جب بولا تو آواز گلوگیر چندپل خاموش عدیل بُک کروادی تھیں۔پھر باس نے کہا کہ وہ خود جانے والی تھیں۔میں نے ٹکٹس سن رہا تھا۔سنہری روشنیوں بس اسے گی اور بائی روڈ جائیں گی۔"رستم جائیں کے حصار میں بیٹھے ان مردوں کی پیشانیاں سلوٹ زدہ تھیں۔

۔ساکت۔ تھا۔بلکل خاموش اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا وہ

گیا تھا۔رستم اسے میز پر پڑے خاموشی پر فارم ہاؤس کے ہال میں سناٹا سا چھا اسکی اس نے گلاس عدیل کو جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلا۔"پھر کیا ہوا تھا؟"۔ یہاں سے ساتھ نکلے تھے۔جیولری شاپ سے کچھ تھما دیا۔"باس اور میں سیمپلز لینے تھے۔"اس نے پانی کا گھونٹ بھرا۔

گئی **آئی جی جی** جو دکھ رہا تھا اسے تر کر کے وہ پھر سے کہنے لگا۔"باس حلق جی کیوں؟" یہاں رستم کے منہ کے زاویے کچھ اور تھے۔"آئی جی تھیں"۔ فوراً سے پوچھا۔

نے گلاس میز پر رکھا وہ اسکی جانب رخ کر کے بیٹھا۔"کام تھا۔"نپا تلا عدیل جواب۔

لب بھینچ گیا۔ناجانے کیوں مگر اسے بدر سے خار محسوس ہونے لگی تھی۔ رستم بلڈنگ کے باہر گاڑی روک کر باس نے مجھے واپس جانے کا کہا تھا۔ "آئی جی جی کی در آیا۔رستم نے ہاتھ اسکے کندھے پر رکھا۔"مجھے نہیں آنا "اسکی آواز میں ملال ملال تھا۔ ملال سا گیا۔کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ چاہیے تھا۔"اس کا سر جھک

" کیا وقت ہو گا؟ تب"

ذہن جس نکتے کی تلاش میں تھا وہ اسے نظر آنے لگا تھا۔ اسکا

" بھگ سوا آٹھ۔ لگ"

تھیں۔"آئی جی جی بھوری آنکھیں چھوٹی ہوئی نے گردن کو جنبش دی۔ رستم نکلیں گی۔اور سے واپسی پر وہ آپ سے ملنے والی تھیں۔انہوں نے کہا تھا وہ نو بجے پہنچتے ہی فون کریں گی۔"وہ کسی بچے کی طرح ہر بات بتا رہا تھا۔

" جانے کہاں والی تھیں؟ وہ"

کی تشویشی نگاہیں اس پر تھیں۔مگر عدیل کے جواب پر ان میں سرخی ابھری رستم

" شہر۔ تھی۔"دوسرے

سے کہا گیا۔ آہستگی

" ان کا کوئی دشمن ہے؟ کیا"

نے نرم نگاہ اس پر ڈالی۔رستم نے دیکھا اسکی آنکھیں نم تھیں۔ عدیل

"باس بہت معصوم ہیں۔ نہیں...میری"

(معصوم؟ہونہہ) نفی میں سر ہلاتے بولا۔ وہ

www.novelsclubb.com

۔انہیں کچھ ہو گیا تو رستم کے ہاتھ تھام لیے۔"سر آپ کچھ کریں نے عدیل جو سختی اسکی میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔پلیز سر۔"چند لمحے قبل آنکھوں میں تھی،جو کڑواہٹ اسکے لہجے میں تھی اب نہیں تھی۔اب بس نرمی اور لہجے میں بھی۔ بھی تھی....فکر تھی....التجا تھی۔آنکھوں میں

فوراً سے اٹھا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔عدیل بھی اسے اٹھتا دیکھ رستم

"مصائب تنہا نہیں آتے وہ اپنے ساتھ حل لے کر آتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

وہ دونوں پورچ میں تھے۔رستم سیاہ رینج روور میں بیٹھا عدیل سے کچھ کہہ رہا تھا۔

" ان کی گاڑی کی لوکیشن ٹریک کرواؤ۔ تم"

اگنیشن میں چابی گھما رہا تھا۔عدیل گاڑی کی ونڈو پر جھکا۔ وہ

"گاڑی میں ٹریکر نہیں ہے۔ انکی"

سی آواز میں اطلاع دی۔ مدھم

لے نفی میں سر ہلایا۔"انکی گاڑی میں ٹریکر ہے۔"آواز پر وثوق تھی۔ رستم مجھے لفٹ دی تھی میں نے دیکھا تھا۔بگاٹی کے ڈیش بورڈ کے "جب انہوں نے نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ونڈو پر جھکے رستم نیچے ایک ایکسٹرا وائر تھی"۔ حرکت کے برعکس آگے بڑھنے لگے ٹائرز کی عدیل کے قدم رینج روور کے تھے۔

۔ وائر اور ٹریکر کا کیا جوڑ ہے؟ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے سر ایک" "

ابھی بھی متحرک تھے۔ قدم سی تنبیہ۔عدیل کا سانس پھول رہا تھا۔ نرم

" ٹریکر ہی تھا۔ وہ"

مستحکم لہجہ۔ جواب۔ مختصر

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ سر"

مضطرب تھا۔آنکھیں تفکر بھری تھیں۔ وہ

نے دیکھا تھا عدیل۔تم ایجنسی سے رابطہ کرو اور لوکیشن ٹریک کرواکر مجھے میں"

" بتاؤ۔

سے گیٹ عبور کرتی عدیل کھگہ مرعوب نظروں کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ گاڑی پر ہاتھ اب موبائل وہ بھی باہر کی جانب بڑھا اسکے گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اسکی کچھ لکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

انگلیاں عمل میں تیزی تھی۔قدموں کی رفتار،موبائل پر متحرک ہر اسکے پی اے بھی باس پر آنے والے مشکل دل کی دھڑکن۔سب منتشر تھا۔ ،اسکے میں یوں پریشان ہوتے ہیں بھلا؟ حالات

انکشاف کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ مثبت اور منفی۔ایک جو دل کو تسکین دے اور دو جا جو حلق سے سانسیں کھینچ لے۔انسان جس افشا کو خود کے لیے بہتر سمجھتا ہے قسمت اسے وہی پہلو نہیں دکھاتی۔ قسمت کو بشر کی خواہش سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔اسکے انکشاف سے کوئی جیتا ہے تو جی اٹھے، مرتا ہے تو مر جائے۔ کیونکہ بخت سفاکی پر اتر آئے تو ترس نہیں کھاتا۔

سینہ چیر کر آب سے ڈھکے فلک کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے ابھی آسمان کا بادلوں دھار لیا تھا۔ سڑکوں پر چلتی دھرتی پر اتر آئے گا۔ تیز چلتی ہوا اے آندھی کا روپ موسم کی وجہ سے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے۔اسی ہوئی گاڑیوں میں بیٹھے لوگ سفر کرتی گاڑیوں سے سرنگیں بناتی ہوئی آگے سیاہ رینج روور سڑک پر اسکی پل سے۔ تھی۔ تیزی سے، بے دردی وہ ہوا کو چیر رہی تھی۔ بڑھ رہی

تھامے ہوئے مرد کی آنکھوں میں دیکھو تو تمہیں خوف آنے لگے گا۔ سٹیر نگ گھماتے ہاتھ، گردن کی پھولی ہوئی رگیں، سرخ دہکتی دائیں سے بائیں سٹیر نگ اسکا ہر عمل، ہر تاثر اس بات کا گواہ تھا کہ انکشاف آنکھیں، سختی سے بھینچے لب۔ ۔ سے اسکی گردن دبوچ لی تھی۔ سختی سے سنگدلی نے

تاثرات کو نظر انداز کرتے ہوئے تم پیسنجر سیٹ پر رکھے اسکے موبائل کو دیکھو اسکے سناتی اسکرین روشن تھی۔ کوئی منظر دکھاتی ہوئی۔ کچھ جتاتی ہوئی۔ کچھ تو اسکی کی کیفیت یہ تھی۔ اس سے ابھی ہوئی۔ وہ وہی منظر دکھا رہی تھی جس سے مرد گھولا تھا۔ بھی وہی آواز بلند ہو رہی تھی جس نے اسکی سماعت میں زہر

www.novelsclubb.com

"۔۔۔؟ رستم"

اسے پکار رہا تھا۔ اسکی آواز میں التجا تھی۔ گھپ اندھیرے سے ابھرتی ہوئی کوئی میں سسکنے کی گونج بھی تھی۔ آواز گاڑی چلاتے ہوئے رستم آواز اس آواز۔ رہی تھی۔ کے ذہن پر ہتھوڑوں کی طرح برس

میں نظر آتا گھپ اندھیرا چھٹ رہا تھا۔ پھر یکدم جھماکا سا ہوا اور اسکرین اسکرین ہو گئی۔ پوری روشن

اسکرین، کسی سیاہ صبح جیسی تھی۔ سفاک۔ بے رحم۔ روشن

تھا۔ اسکی آنکھوں سے رونما ہوا میں نظر آتی روشنی میں ایک وجود اسکرین جھکا ہوا تھا۔ پیشانی سے بہتا خون اسکے چہرے کے تھے۔ سر اشک بہہ رہے کوئی بڑے سائز کا بلب چھت سے لٹکتا داہنے رخ کو سرخ رنگ دے چکا تھا۔ اور عقب میں محض تھا۔ جو اسکے سر کے بلکل اوپر جھول رہا تھا۔ اسکے دائیں بائیں اندھیرا تھا۔ سیاہ گھپ اندھیرا۔

www.novelsclubb.com

، جگہ کا عقب کی دیواریں کی روشنی کچھ اور کیوں نہیں دکھا رہی تھی؟ بلب نشان سب مخفی تھا۔

وہ نظر آتی تھی۔سیاہ سوٹ میں ملبوس لڑکی۔اسکا مفلر بے ترتیب تھا۔ محض ہوئی تھیں۔کرسی پر رسیوں میں جکڑی لڑکی کی گردن ڈھلکی ہوئی کلائیاں بندھی رنگت زرد تھی۔ تھی۔چہرہ پژمردہ تھا۔

وہ چیخ رہی تھی۔چلا رہی تھی۔ موبائل سے رونے کی آواز آنے لگی۔ ۔۔ دفعتاً شخص بے کوئی نظر آتے تھے۔سیاہ دستانوں والے ہاتھ۔ اسکرین میں ہاتھ رحمی سے اسکے سر پر کوئی بھاری شے مار رہا تھا۔کوئی لوہے کا اوزار لگتا تھا۔

متوجہ ہوگئی ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے مرد کی نظریں سکرین کی جانب ۔وہ اسے پکار رہی تھی۔اسکا نام نہیں آئی تھی تھیں۔البتہ گاڑی کی سپیڈ میں کمی آنکھوں والے مرد نے ضبط سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ لے رہی تھی۔بھوری

"۔۔۔ رستم"

کی آمیزش سے کہا۔ سسکیوں

پر تھی۔ نے ایک اور ضرب لگائی۔یہ دائیں بازو ہاتھوں ان

"۔۔۔ رستم"

مشکل میں محافظ کو پکارا گیا۔

"۔۔ رستم"

دم ہو جانے والی آواز۔مدھم،نرم،بے بس۔ بے

سے ابھرتی یہ آواز آخری تھی۔مگر اسکی سماعت میں لفظ گونج رہے تھے۔ سپیکر

چیخیں۔۔۔۔اسکا دم گھٹ رہا تھا۔ آواز

کہا تھا اور وہ رستم کا نام تھا۔ میں بار بار ایک ہی لفظ نے درد کہکشاں

وقت رستم پر بے رحمی کا پہلا باب کھول چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

سڑک سے چل رہی تھی۔اور بار بار چلتی جا رہی تھی۔وہ اسکرین پر ویڈیو پھر سے کہیں دور آ چکا تھا۔جہاں اطراف میں عمارتیں تھیں۔قد آور عمارتیں۔

ابھی بھی چل رہی تھی۔اس سے اطراف میں لگے درختوں کے پتے لہلہا رہے ہوا تھے۔

منٹ قبل جب عدیل نے اسے کہکشاں کی گاڑی کی لوکیشن کے بارے میں دس ملنے والے نوٹیفکیشن نے اس پر باور کیا کہ کسی غیر شناسا نمبر بتایا تو واٹس ایپ سے سیاہ اندھیرے سے شروع ہو کر کی گئی ہے۔ سے کوئی ویڈیو واٹس ایپ اسکے حواس اسکا ساتھ چھوڑ چکے ویڈیو دیکھ کر اندھیرے پر ختم ہونے والے تھے۔اسے اسکے کڈنیپ ہونے کی کنفرمیشن چاہیئے تھی۔کنفرمیشن مل چکی تھی۔ چند دنوں سے کترا رہا لیے مارا مارا پھر رہا تھا جس سے وہ عورت کے وہ اب اس تھا۔

اسے سخت ناپسند تھی مگر دل اسکی پکار پر کیوں تڑپ اٹھتا تھا؟ وہ

کیوں کا جواب نہیں ہوتا۔ ہر

تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اس نمبر سے بلاک ہو چکا تھا جس سے ویڈیو ملی وہ

موبائل اٹھایا۔اور ویڈیو بند کر دی۔

او جھل۔۔۔آوازیں معدوم۔۔۔پکاریں صامت۔۔۔ منظر

کہکشاں کے الفاظ کی بازگشت ہنوز اسکے اعصاب پر چھائی تھی۔ مگر

" پاس محافظ ہو وہ مزاحمت کیوں کرے؟ کے جس"

آنکھوں والی لڑکی کے الفاظ۔اسکا رستم پر اعتماد۔ سبز

ہوا ابھی بھی چل رہی تھی۔اس ہوا میں رستم کے لیے آکسیجن نہیں تھی۔حالانکہ

رینج روور کے شیشے نیچے تھے پھر بھی؟

وقت سفاک ہو جائے تو سانس لینا دوبھر کر دیتا ہے۔

www.novelsclubb.com

لوگ "سمجھتے ہیں۔" ہماری زندگیوں میں کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کو ہم شناسا، غیر اہم۔ لوگ۔اجنبی، غیر محض کچھ کے اور کچھ دل فیصلے دماغ کے ہوتے ہیں، کی زندگی میں کچھ انسان کی زندگی تہس نہس کر دیتے ہیں۔کیونکہ وہ ۔روح کے فیصلے انسان روح کے پلاننگ سے مختلف ہوتے ہیں۔وجود لوگوں کو لوگ سمجھتا ہے مگر روح انسان کی کون ہے۔روح کا ساتھی یعنی سولمیٹ۔ جانتی ہے اسکا ساتھی

سرسراتی ہوا میں وہ مردروشنیوں کے حصار میں لپٹی اس بلند عمارت کے باہر تیز لکھا تھا۔ کے ماتھے پر انگریزی میں کھڑا تھا جس

"Iconic Gold & Gems"

آئی جی جی کی عمارت اس وقت روشنیوں میں لپٹی تھی۔بلند آواز میں بجتے گانوں کی آواز باہر دروازے تک آرہی تھی جس پر کھڑا وہ شخص اس وقت باوردی گارڈز سے بھڑ رہا تھا۔ماتھے پر بال تتر بتر تھے۔آنکھوں میں سفاکی اتر رہی تھی۔نہایت ناگواری سے وہ چلانے کے انداز میں کچھ کہہ رہا تھا۔اسکے برعکس ان گارڈز کے تاثرات میں کوئی سختی نہیں تھی۔

"گا۔ اندر جانے دو ورنہ انجام برا ہو مجھے"

سے نے دھمکایا۔باوری گارڈ جس کے شانے پر پستول جھول رہی تھی نرمی اس جواباً کچھ کہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اندر پارٹی چل رہی ہے اور آپکے پاس انویٹیشن کارڈ نہیں ہے۔ سر"

کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔جو بلکل گیٹ کے پاس پڑی تھی۔اس مرد پر اب اتنا چھاؤں تھی جن میں ہوا کی بدولت سرسراہٹ تھی۔دوسرا مرد درختوں کی کر رکھے سگریٹ پی رہا تھا۔ پستول کو کرسی کے ساتھ ٹکا

"جانا ضروری ہے۔ میرا"

کہ وہ نرمی سے بولا۔دل اچھل کر پہلے ہی حلق میں آرہا تھا اوپر سے یہ گارڈز۔ اب کرے؟ وہ کیا

"کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔پلیز۔ کسی"

واسطہ تھا۔یہ بے بسی تھی۔اس پل جو بن پاتا وہ کر لیتا۔ یہ

پھر وہ سگریٹ رنگ والے جوان لڑکے نے رستم کو طیش سے دیکھا۔ سانولے اپنے بوٹ کے نیچے مسلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"؟تجھے سمجھ میں نہیں آرہا۔؟ اے"

نہایت برے انداز اور بلند آواز میں بولا۔"جب ایک بار کہہ دیا کہ نہیں جانے وہ نہیں جانے دینا۔"وہ آگے بڑھا رستم کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پرے دینا تو سے آجاتے ہیں منہ اٹھا کر بڑی بڑی پارٹیوں میں روٹیاں دھکیلا۔"پتہ نہیں کہاں

پلٹنے والا تھا کہ رستم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ توڑنے۔"ناگواری سے کہتا وہ سختی سے۔سفاکی سے۔

آنکھیں لہولہو تھیں۔اس شخص نے رستم کی جانب دیکھا ہی تھا کہ اسکے بعد بھوری ایک،دو خطا ہوئے۔رستم کا بھاری ہاتھ اسکے گال پر مکا جڑ چکا تھا۔ اسکے اوسان اور پھر نا جانے کتنی ضربیں۔

گارڈ آگے نہیں بڑھا۔وہ شاید ڈرپوک تھا۔شانے پر جھولتی پستول نے بھی دوسرا بخشا تھا۔ سلگتی بھٹی کی طرح سرخ آنکھیں لیے رستم اس شخص اسے حوصلہ نہیں اس گارڈ نے بھی مزاحمت کی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔جواباً رہا تھا۔معاملے کی سنگین کیفیت دیکھتے تھا کہ رستم کے نچلے ہونٹ سے لہو بہہ کان سے فون کان سے لگائے کچھ کہہ رہا تھا۔فون ابھی اسکے ہوئے دوسرا گارڈ ہی لگا تھا۔چند پل،چند سیکنڈز۔

سمایا تو اس نے گارڈ کو پرے صرف چند سیکنڈز کہ مطلوبہ مرد رستم کی نظروں میں پیس سوٹ میں ملبوس دھکیلا جو پہلے ہی نڈھال ہو چکا تھا۔بدر حسین، سیاہ تھری فون کان سے ہٹا گیٹ تک آیا تھا۔رستم کو دیکھ کر اسکی پیشانی پر بل تھے۔گارڈ نے دیا تھا اب وہ اپنے ساتھی کو سنبھال رہا تھا۔

"یہاں۔؟ تم"

حسین نے اسے دیکھ کر حیرانی سے دریافت کیا۔رستم نے ہاتھوں کی مٹھیاں بدر

"کے کے کہاں ہے؟" بھینچ لی تھیں۔

کچھ سمجھنے کا موقع دیے اسکے ہاتھ بدر کی گردن دبوچ چکے تھے۔آگے بڑھتا گارڈ بنا اشارے پر پیچھے ہی ٹھہر گیا۔ بدر کے

نے اسکے ہاتھ ہٹائے۔ بدر

ہوا تھا۔"میری کونسی محبوبہ ہے وہ مسکرایا۔"مجھے کیا معلوم۔؟"وہ جیسے محظوظ وہ؟۔"رستم نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔

" تمہارے پاس آئی تھی بدر۔ وہ"

سے بولا۔ نرمی وہ

" میرے پاس کیوں آئے گی؟ وہ"

مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"میں کیا لگتا ہوں اسکا۔؟"وہ حظ اٹھا رہا تھا۔ جتاتی

" آئی تھی یا نہیں؟ وہ"

www.novelsclubb.com

سے پوچھا۔ تلخی

" میں ڈر گیا۔ اوہ"

وہ شخص اسکا ضبط ہنسا تھا۔رستم کے ماتھے کی نسیں پھڑ پھڑانے لگی تھیں۔ بدر آزما رہا تھا۔

"سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھنی ہے۔ مجھے"

چھوڑ وہ گیٹ سے اندر بڑھ گیا۔بدر اسکے پیچھے لپکا تھا جس کے قدم رکنے اسے وہ لان عبور کرتے اندر داخلی دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ سے انکاری تھے۔ کے پردے تباہ کرنے کے درپر تھا۔ میوزک،ہوٹنگ،شور اسکے کانوں لب ہل رہے تھے۔ماتھے پر بدر اسکے پیچھے لاوارثوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔اسکے نہیں دے رہی تھی لکیریں تھیں۔مگر شور کی وجہ سے اسکی آواز شاید رستم کو سنائی ۔وہ میوزک کے بنا بھی نہیں سننے والا تھا۔

"پارٹی چل رہی ہے۔ اندر"

پر مکا مارا۔رستم لڑکھڑایا بدر نے رستم کے منہ اپنی جانب دھکیل کر کہا۔ اسکو تھا۔بدر کا سانس بھاگنے کی وجہ سے پھول چکا تھا۔

رستم نے اسکے منہ پر زور سے تھپڑ جڑ دیا۔بدر کے لیے یہ غیر متوقع تھا۔ جواباً

"فوٹیج دیکھنی ہے ورنہ یہاں پارٹی نہیں ماتم ہو گا۔ مجھے"

حواس باختہ ہوا۔کم ہمت تو وہ پہلے سے ہی تھا۔ بدر

"نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔پارٹی ختم ہونے دو۔ میں"

سرگوشی میں بول رہا تھا۔اسکے بلکل پاس کھڑا رستم ایک ہاتھ کان پر رکھے وہ

"۔۔۔ اسکی آواز سن رہا تھا۔"ایک بار لوگ چلے جائیں پھر

چاہتے ہو یہاں سے تمہارا نے ایک اور تھپڑ اسکے گال پر دے مارا۔"تم رستم

اور تھپڑ لگایا۔وہ ساری بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔اس پر تو اسے پہلے جنازہ نکلے؟"ایک

ہی بہت غصہ تھا۔

"کی چلی گئی۔ یہاں سے کب وہ"

نے آگہی دی۔ اس

"۔ فوٹیج"

www.novelsclubb.com

نے لفظ پر خاصا زور دیا پھر وہ اندر کی جانب بڑھا۔ اس

" ساتھ آؤ۔اندر تماشے کی ضرورت نہیں۔ میرے"

اسے اندر جاتے دیکھ بدر فوراً سے بولا تھا۔

موصوف کے ہوش ٹھکانے آچکے تھے۔وہ بس اسے پارٹی میں تھپڑ کھا کر تین پارٹی تھی شاید؟ جانے سے روکنا چاہتا تھا۔خاص

---

www.novelsclubb.com

منظر میں وہ دونوں ایک نیم تاریک روم میں تھے۔شیشے کی دیواریں۔بڑی اگلے کی ریکارڈنگ۔ واضح تھا۔آؤٹ ڈور اسکرینیں۔اسکرین پر منظر بڑی لاتعداد

کی رہا تھا۔اسکرین جھک کر روشن اسکرین کو دیکھ میز پر ہاتھ رکھے رستم تھی۔ روشنی اسکے چہرے پر پڑ رہی

تھا۔ بنائے زرا فاصلے پر پڑی میز کے ساتھ لگ کر کھڑا بدر قدموں کی قینچی (۔ تاثرات پتھریلے تھے۔(زبردستی جولایا گیا تھا یہاں اسکے

آنکھیں چھوٹی کیے اسکرین میں چلتے منظر کو دیکھ رستم نے میز پر گرفت بھوری وہ اُسے دیکھ سکتا تھا۔گیٹ کے باہر کھڑی لڑکی کے مقابل کھڑے مضبوط کی تھی۔ پڑتی تھی۔کیمرے کے آگے اڑتے ہوئے مرد کی پشت رستم کو دکھائی

رات کی تاریکی اور تیز ہوا کے مچھر، کیڑے اسکے منظر کو دھندلا کر رہے تھے۔کچھ باعث کیمرے میں ریکارڈ منظر اتنا صاف نہیں تھا۔

کچھ کہہ رہی تھی۔اسکے لب ہلتے بدر کے مقابل کھڑی کہکشاں دیکھ رہا تھا کہ وہ آواز نہیں تھی۔رستم کی دکھائی دیتے تھے ہوا کی سرسراہٹ کے علاوہ کوئی بس معاملہ سمجھنے کی کوشش میں تھا۔اسکے بعد اس نے دیکھا پیشانی بل دار تھی۔وہ

بھی کچھ کہا تھا جس پر کہکشاں کے چہرے پر غصّے نے کہ ہاتھ جھلاتے ہوئے بدر نے بھینچ رکھے تھے۔ بسیرا کیا۔اس نے لب

کا سبب بنا تھا۔ بعد کا منظر رستم کے دماغ کی شریانیں کاٹنے اسکے

کا ہاتھ اٹھا تھا۔اس سے قبل کے وہ بدر کے گال پر تھپڑ رسید کرتی بدر اسکی کہکشاں

سے اسکرین سیاہ ہو گئی۔تاریک۔ پھر یکدم چکا تھا۔ کلائی دبوچ

پلٹا۔بدر جو سگریٹ سے دھواں اڑا رہا تھا اسکی پیشانی بل دار ہوئی۔ وہ

؟"بدر اس سے یہ کیا ہے ہاں" نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ رستم

زیادہ پریشان ہوا تھا۔

" دیکھتا ہوں۔ میں"

نکال رہے تھے۔ مگر ہاتھ کی بورڈ پر چلتے ہوئے ریکارڈنگ وہ آگے بڑھا۔ دفعتاً

میں حیرت کا سمندر امنڈ آیا تھا۔ آنکھوں بے سود۔بدر کی

www.novelsclubb.com

زہن بھی اس بات پر الجھا تھا کہ ریکارڈنگ کدھر گئی؟ اسکا

رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔اپنے کمرے میں بیٹھی امن شیرازی ہنوز ڈائری پر جھکی تھی۔ چپس کا خالی پیکٹ فرش پر پڑا تھا۔اسکی سرمئی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ بات اسکے پسندیدہ موضوعات کی تھی۔

آزمائش،انکشاف،سولمیٹ،اور محبت۔۔۔بخت،

www.novelsclubb.com

توقعات کے برعکس جو انکشافات تکلیف دیں وہ برے نہیں ہوتے بس وہ ہماری ایسا انکشاف کرتا ہے کہ روح بلبلا اٹھتی ہوتے ہیں۔ہماری سوچ سے ہٹ کر بخت چلتا۔ ہے۔کشفِ وقت کب انسان کا دل جکڑ لے پتا ہی نہیں

ریکارڈ نگز چیک کر رہا ابھی بھی حسین تر پیشانی لیے کرسی کے بازو پر بیٹھا بدر کھڑا تھا اس نے موبائل پر میسج ٹون سنتے ہی فون تھا۔رستم جو اسکے عقب میں جیب سے باہر نکالا تھا۔

ایپ پر کچھ موصول ہوا تھا۔اسکا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔بدر حسین اس واٹس یہ سب۔۔۔؟ پھر کون تھا جو کہکشاں کے ساتھ کے سامنے تھا

چیٹ اوپن کی۔ نے سوچتے سوچتے اس

وائس نوٹس۔ چہرہ جو پہلے ہی غصیلے تاثرات سے بھرا تھا اسکے تاثرات مزید دو

میوزک کی مدھم سی آواز اس کمرے تک بھی آتی تھی۔ بگڑے تھے۔

نے وہ وائس نوٹس سننے کے لیے فون کان سے لگالیا تھا۔ سپیکر سے ابھرتی رستم

پسینے سے تر ہو اسکے وجود میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ پیشانی آواز سن کر

سے اسکا چہرہ یوں ہو گیا جیسے وہ پل اور خوف ۔ صرف چند گئی۔ صرف چند پل

کوئی اور انسان ہو۔ اب وہ دوسرا وائس نوٹ سن رہا تھا۔

پرکھ رہا تھا۔ جانچ رہا تھا کو یہ کمرہ اسکے ایک ایک تاثر جی جی کی عمارت کا آئی

ہو رہا تھا۔ اور متجسس

www.novelsclubb.com

کیا تھا جو اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔؟ آخر

کیا تھا جس نے اس پر سانسیں تنگ کر دی تھیں؟ آخر

انکشاف اسکی توقع کے برعکس تھا۔؟ کیا

لب ہل رہے تھے۔زبان کچھ کہہ رہی تھی۔غور رہا تھا۔ سر کو نفی میں ہلا وہ تھا۔"ایسا نہیں ہو سکتا۔نو تم سمجھو کہ وہ کہہ رہا کان لگا کر سنو تو سے دیکھو، بے دردی سے انکشاف نے اس کا دل ۔۔"اس نے آنکھیں ضبط سے میچ لیں۔ تھا۔اسکی توقع کیا ثابت ۔کشفِ وقت نے اسکے اندازے کو غلط جکڑ لیا تھا اس پر بخت کو کے منہ پر جوتا مارا تھا۔بخت سفا کی پر اتر آئے تو ترس نہیں کھاتا۔ ترس آئے گا کیا؟

،اور فاتح۔ کو بہت دانا اور طاقتور سمجھتا ہے۔مضبوط، عقل مند انسان خود کیوں نہ بڑے سے بڑے فاتحین بخت سے مات کھا لیتے ہیں۔انسان کتنا ہی طاقتور ہے ہو بخت سے نہیں جیت سکتا، محب سمجھتا ہے وہ محبت میں سب پا سکتا پاتا۔ بخت کے بنا انسان کچھ نہیں کر ۔اونہوں

۔ ہوتا ہے جنہیں بخت کا ساتھ ملتا ہے نصیب انہیں محبت کا حصول بخت کا ساتھ یعنی بخت لکھنے والے کا ساتھ۔

دھول اڑاتی آندھی، لہلاتے پودے، گانوں کی آواز سب سے اسے کوفت ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا بھی اسکے سلگتے دل کو سکون نہیں دے پا رہی تھی۔ ہواؤں کے حصار میں کھڑا وہ مرد کنپٹی مسل رہا تھا۔ بدر حسین اس سے قدرے فاصلے پر کھڑا موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ رستم اس وقت آئی جی جی عمارت کے بڑے سے پورچ میں تھا۔ اطراف میں پودے لگے تھے۔ نظریں اسکی جانب آتے عدیل پر جمیں تو وہ اسکی جانب متوجہ ہوا۔

"اندر کچھ نہیں ہے۔ پارٹی چل رہی ہے۔ سر"

جو کہ دس منٹ پہلے ہی آیا تھا وہ رستم کے کہنے پر آئی جی جی کی عمارت کی عدیل گیا تھا۔انکشاف ہو چکا تھا۔اندازہ لگ چکا تھا۔ مگر جو وہ یہاں آ چکا تھا تو تلاشی لینے میں کیسا حرج؟ تلاشی

ساتھ لے کر وقت مدت تو وہ نہیں جانتا تھا کہ اِفشا اگر وقت نے کیا ہے مگر آیا ہو گا۔

کے گزرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے؟ وقت

اب اسے کچھ کہہ رہا تھا کہ بدر کی آواز پر وہ پلٹا۔ رستم

" اسے کچھ نہیں ہو گا۔ فضول میں پریشان ہو رہے ہو۔ تم"

کا مشورہ۔ فری

کے عقب میں لگی بتیوں کی روشنی بدر کا چہرہ روشن کر رہی تھی۔ رستم

خون آشام آنکھیں لیے اسکی طرف بڑھا تو بدر کے قدم بے اختیار پیچھے کو رستم متحرک ہوئے تھے۔

نے اسے میں اور میرے درمیان صرف تلخ کلامی ہوئی تھی۔ کے کے"

" کڈنیپ نہیں کیا۔

انگارہ آنکھیں دیکھ وہ آہستگی سے بولا تھا۔انداز سے یوں لگتا تھا جیسے وہ اسے اسکی چاہتا ہو۔ باور کروانا کچھ

" یہ ایسے نہیں سمجھے گا۔ ہمیں پولیس کی مدد لینی چاہیے۔ سر"

عدیل کی اپنی جگہ تھم گیا۔البتہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ کی آواز پر بدر عدیل بات پر اسے طیش آیا۔

" پولیس کو۔ فضول میں تب سے ڈرامہ لگا رکھا ہے۔ بلالو"

لگا۔ بے زاری سے ہاتھ جھلایا۔پھر ماتھا مسلنے نے اس

جانب بڑھا۔" رستم اسکی عدیل نے فون نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ پھر خود پائے گی عدیل۔اس معاملے میں تو بلکل نہیں۔ ہمیں پولیس کچھ نہیں کر موبائل لیناچاہا۔وہ نہایت نرم انداز ہوگا۔"رستم نے اسکے ہاتھ سے کچھ کرنا میں کہہ رہا تھا۔

خفگی سے بولا تھا۔ کی پیشانی بل دار ہوئی۔"آپ چاہتے کیا ہیں؟"وہ عدیل

" آئے گا۔ گا تو حرف کے کے پر یہ معاملہ پولیس تک جائے جب"

عدیل نے سا مگر تنبیہی انداز۔عدیل کے تاثرات ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ نرم جیب میں رکھ لیا۔رستم کی بات اسکی سمجھ میں آگئی تھی۔ ہی موبائل

کی باربدر رستم کی جانب بڑھا۔ اب

تم سمجھدار ہو۔یہاں اپنا وقت ضائع مت کرو۔ مجھ پر یقین کرو۔میں نے دیکھو"

" کچھ نہیں کیا۔

"تمہیں اتنا بے وقوف دکھتا ہوں کہ تم پہ یقین کروں؟ میں"

کو ہوا۔بدر اور اسکے درمیان اب ہوا کا گزر بھی مشکل تھا۔ آگے رستم

"تم یہاں سے غائب ہوئے تو تمہارا یہ گھونسلا میں بگاڑوں گا۔ اگر"

وہ اسکے جیل سیٹ کردہ بالوں کو دیکھ کر بولا تھا۔

رستم نے اپنا سر دہاتھ اسکے گال پر رکھا۔"مجھے تم یہیں چاہیے ہو۔اسی شہر اپنے گھر ۔جب تک کے وہ مجھے مل نہیں جاتی۔"ایک اور حکم صادر کیا۔بدر نے اسکا ہاتھ نہیں ہٹایا۔اسکی طرف دیکھ کر ہٹایا ہی نہیں گیا۔

www.novelsclubb.com

"ادھر ہی ہوں مجھے کہاں جانا ہے۔ میں"

سے کہتے وہ پیچھے ہوا۔ سادگی

"فضول میں ایک اجنبی عورت کے لیے پریشان ہو رہے ہو۔ تم"

اب اندر جانے کو تیار تھا۔رستم کی نظروں میں سے خود کے لیے شک کی رمق وہ وہ پُر سکون ہوا تھا۔ کم ہوتے دیکھ

"منگنی کے دن بھی سکون نہیں کرنے دیا میری"

نے خود کلامی کی۔ اس

سے منگنی کر رہا تھا۔(ہاؤ کمپنی کی ایک ایمپلائی اسکی منگنی کی تھی۔بدر پارٹی نائس)

کا ڈر جیسے ختم ہو گیا تھا۔رستم اس دوران خاموش تھا۔جانتا تھا اسکا ہاتھ نہیں اس اس سب میں۔مگر پھر بھی؟

www.novelsclubb.com

"اسے کچھ ہوا تو۔۔۔"

" کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔کے کے عام لڑکی نہیں۔آفت ہے آفت۔ اسے"

نے اسکی بات کاٹ دی تھی۔ بدر

"مزہ خراب کر دیا۔اچھا بھلا ڈانس کر رہا تھا میں۔ سارا"

خود سے بڑبڑاتا ہوا اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ

"اجنبی کے لیے اتنا کون کرتا ہے بھلا؟ ایک"

حد سے زیادہ حیرت زدہ تھا۔ بڑبڑاہٹ رستم کے کانوں نے واضح سنی تھی۔ وہ

پلٹا۔چہرے پر بشاشت در آئی۔ وہ

"ڈانس چل رہا ہے۔میں اچھا ڈانس کر لیتا ہوں۔ آجاؤ۔"

نے انہیں پر جوشی سے مدعو کیا۔عدیل نے نفی میں سر ہلایا۔اسے موت کو اس

تھی۔ ماسی کہنے کی پڑی

برق رفتاری سے اس پر جھپٹا۔ رستم

میری ہونے والی بیوی کو کچھ" گرفت اس کے جبڑے پر تھی۔سخت گرفت۔

پسند کے ہاتھ ہوا تو یاد رکھنا مارگلہ کی پہاڑیوں پر تم سے ہوا۔اور اس میں تمہارا

www.novelsclubb.com

لہجے میں بار قہر " رستم نہیں۔ میرا نام بھی گانے پر مجرانہ کروایا ناں تو لب وا ہوئے تو عدیل کا منہ بھی کھلا رہ گیا۔ دھکیل گیا۔ بدر کے کہتا وہ اسے پرے

" والی بیوی۔ ہونے"

نے ان لفظوں پر خاصا زور دیا تھا۔ اس

بے ساختہ مسکرایا۔ ایک انکشاف اسے بھی ملا تھا مگر اسکی توقع کے مطابق۔ بدر مہربانی کر دی تھی۔ وہ پہلے سے ہی رستم اور کہکشاں کو لے کر کچھ وقت نے اس پر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ پھر مزید گہری۔ پھر وہ ہنسا اور پھر ایسا ہی سوچتا تھا۔

قہقہہ لگایا۔

www.novelsclubb.com

"I appreciate "

بھی نہیں تھا۔ عدیل نے رستم کو تھا۔ اس کا رکنا بنتا کہنے کے بعد وہ رکا نہیں یہ دیکھا۔ واضح بے یقینی۔

"لیے کڈنیپر نے آپکو فون کیا تھا؟ اس"

نے بمشکل سنا۔یک دم سے بولا تو اونچی تھا مگر گانوں کے شور میں رستم وہ رہا تھا۔ میوزک کی آواز میں اضافہ ہوا تھا۔بدر شاید ڈانس کر

مجھے دو لوکیشنز بتائی ہیں۔وہ ان سنی کر دی۔"کڈنیپر نے نے اسکی بات سنی اس یہ "ہوٹل جاؤں گا۔ بس ہمیں الجھانا چاہتا ہے۔تم کے کے کریئشنز جاؤ میں باہر کی جانب بڑھ گیا۔ کہتے ہی رستم

جیسے وہ باہر آیا تو وہ گارڈ ابھی بھی وہیں تھا۔چہرہ بگڑ چکا تھا۔رستم کو دیکھ کر اسکے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔رستم سرسری سی نگاہ دوڑاتے، سر جھٹک کر عجلت سے رینج روور میں آ بیٹھا۔جب وہ گاڑی کو ریورس کر رہا تھا تو رینج روور کے بیک ویو مرر میں گاڑیوں میں کھڑی اسے کہکشاں کی بگاٹی دکھائی دی تھی۔بگاٹی بھی اسکے ساتھ ہی اچھی لگتی تھی۔دل میں جیسے کیل سا چبھ گیا تھا۔

وہ مشکل میں تھی تو تکلیف اسے کیوں ہو رہی تھی؟

۔وہ جو ہوٹل جا رہا تھا عدیل تھی کی ریخ روور کے کے کریئشنز کے باہر رکی اس پر رنگنگ سن کر کے کے کریئشنز آ چکا تھا۔اچانک فون کی گاڑی خراب ہونے کا لیا تھا۔ شروع ہوئی۔اس نے پہلی فرصت میں فون اٹھا سے ابھرنے والی آواز اسکے لیے غیر شناسا تھی۔ سپیکر چہرہ سرخ ہوا۔ سپیکر سے ابھرتے الفاظ اسکے کانوں میں جیسے سیسہ انڈیل اسکا رہے تھے۔

" چھوڑ دو۔چاہتے کیا ہو تم؟ اسے"

غرایا تھا۔ وہ

" کچھ نہیں کروگے۔ آجاؤں گا۔تم اسے میں۔۔۔میں"

لہجہ رندھ گیا۔بے بسی سی بے بسی تھی۔ اسکا

" دشمنی مجھ سے ہے تو اسے چھوڑ دو۔ورنہ پچھتاؤ گے۔ تمہاری"

لمحے اسکے تاثرات بدل کی باردرشتی تھی۔وقت کے ہر لہجے میں اب اسکے رہے تھے۔

" بارہ بجے تک آجاؤں گا۔تم مجھے جگہ کا پتا بتاؤ۔ میں"

واضح طور پر نہیں سنائی دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ہوا کی شدت سے آواز اسکا دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس نے فون اسپیکر پر کیا۔

" جگہ بتاؤ۔ مجھے"

چیخا تھا۔" بارہ بجے سے پہلے تک ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو۔ ورنہ اسکی موت کے وہ تم ہو گے۔" فون سے آخری جملہ یہی سنا گیا تھا کہ رابطہ منقطع ہو گیا۔ زمہ دار سے ہاتھ سٹیر نگ پر دے مارا۔ اس کے پاس وقت کم تھا۔ رستم نے زور

ایک گھنٹہ۔ محض ایک گھنٹہ۔

سے تڑپ اٹھا تھا۔ اسکی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔ دل کسی انہونی کے خوف کے کے گاڑی سے اترا۔ ہوا کے تھپیڑے اس کے چہرے کو لگ رہے تھے۔ وہ ملا رہا تھا۔ وہ دروازہ کوڈ سے کھلتا کریئشنز کے صدر دروازے پر کھڑا رستم اب کوڈ سہولت رہی۔ دروازہ دھکیل کر وہ تھا۔ عدیل نے فون پر اسے کوڈ بتا دیا تھا تبھی اندر بڑھا تو تاریکی نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ہی اندھیرا۔اس نے موبائل روشن کیا۔وہ اطراف میں بنے کیبنز پر روشنی اندھیرا خالی کیبنز۔کمپیوٹرز کی سیاہ سکرینیں۔تو کہیں بکھرے ہوئے آدھے مار رہا تھا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ اب کیبنز کے قریب جاجا کر ادھورے ڈیزائنز۔ دیکھ رہا تھا۔

وہ لائی گئی ہوتی تو کچھ تو نشان ہوتا۔ہر کیبن دیکھنے کے بعد وہ راہداری میں یہاں شور پیدا کر رہے تھے۔ اس وقت لگا۔سنگِ مرمر کے فرش پر اسکے جوتے چلنے کمروں میں جھانک رہا تھا۔مگر کوشش بے کار تھی۔اسے وہ اب اطراف میں بنے نہیں ہے۔پھر وہ سبک روی سے ایک کمرے میں گیا۔ اندازہ ہو چلا تھا کہ یہاں کچھ داخل ہو تو تمہیں اندھیرے کے وہ کمرہ کسی سٹور جیسا تھا۔اس کمرے میں فرنیچر اور کچھ بکھری ہوئی فائلیں نظر آئیں گی۔گتے کے کاٹن بھی سنگ ٹوٹا پھوٹا گھپ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ موبائل وہ وہاں بکھرے پڑے تھے۔

www.novelsclubb.com

ان کاٹنز کو وہ رہی تھی۔ سانسوں کی آواز بھی جیسے گونج سناٹے میں اسکی اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ اشتعال سے بے بسی اور ٹھوکریں مار رہا تھا۔

ایک دروازہ پڑی ہر چیز کو الٹ پلٹ کر اسکا جائزہ لینے کے بعد اسکی نظر میں وہاں آیا تھا۔

کس جگہ کا دروازہ تھا۔؟ یہ

پیشانی بل دار ہوئی۔ بھوری آنکھیں سکڑیں۔ وہ دروازہ لوہے کا تھا۔ حالانکہ اسکی کے سارے دروازے گلاس کے تھے۔ اس دروازے پر ایک تالا کے کے کریئشنز اس نے متلاشی نظروں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ لگا ہوا تھا۔ بڑے سائز کا تالا۔ کسی ثقیل شے کی تلاش میں تھا کہ وہ تالا توڑ سکے مگر نہیں، اسے دیوار پر ایک کھونٹی نظر آئی۔ اس پر بے جا چابیوں کے گچھے لٹک رہے تھے۔ وہ کھونٹی کی جانب بڑھا۔ سے یک دم خود میں سمٹا۔ بادل گرجنے کی آواز چابیوں کو ٹٹول رہا تھا وہ جو

بڑے سائز کی سب چابیاں چھوٹی تھیں۔اور ایک چابی سب سے الگ تھی، وہاں چابی۔

چابی لیتے ہوئے پھر سے دروازے کی طرف لپکا۔موبائل پر وقت دیکھ کر اسکے وہ رفتار میں تیزی آئی تھی۔ ہاتھوں کی

اب تالے میں چابی گھما رہا تھا۔زنگ آلود تالا کھلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔اس وہ چابی نکال کر پھر سے لگائی۔تیسری بار یہی عمل دہرانے پر دروازہ کھل گیا۔ نے تشکر بھری سانس ہوا کے سپرد کی اور کنڈی کھول کر دروازہ دھکیلا رستم نے ایک چرر کی آواز سے کھلا تھا۔ تو وہ

www.novelsclubb.com

ویران سی جگہ۔خوف سے اسکا گلا خشک ہو رہا تھا۔دروازے کھلا تو وہاں اندھیرا، خوف کے آہنی شکنجے میں جکڑے رستم نے ہمت نہیں ہاری تھی سیڑھیاں تھیں۔

وہ گھبرا رہا تھا۔سیمنٹ کی بنی ہر ہر قدم پر ۔وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔دل

۔ سیڑھیاں بیسمنٹ کی تھیں

کی روشنی کے زیرِاثر وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے تمام موبائل سیڑھیاں عبور کر گیا۔

سیمنٹ والا فرش۔ لیکن وہ جگہ صاف تھی۔ جیسے کوئی روز یہاں آتا جاتا ہو۔ ویسا تہہ چوکور نما اس پر جڑے پڑے تھے۔ ترتیب سے ایک دوسرے کاٹن خانے کے ایک کونے میں میز تھی۔ لکڑی کی میز اور اسکے قریب ایک دوسرے پر تہہ لگی ہوئی چار پلاسٹک کی کرسیاں۔ میز پر ترتیب شدہ فائلوں کا پلندہ۔ رستم نے تعجب سے اس جگہ کو دیکھا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔

نہیں۔ کہکشاں وہاں نہیں ہو گی اسے یقین تھا مگر وہ تو سراغ کی تلاش میں تھا۔ کچھ ہوا تھا۔ غصے سے میز پر انکشاف اسکے لیے کوئی سراغ نہیں لایا تھا۔ وہ افسردہ کیا ہوئے وہ پھر پڑی فائلوں کو ہاتھ سے گراتے ہوئے اس نے سر جھٹکا۔ کنپٹی مسلتے سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ دروازے کی کنڈی لگاتے ہوئے ہو پھر سے باہر کی

جانب بھاگا۔تالا اس نے نہیں لگایا تھا۔بنا کچھ سوچے سمجھے وہ پلٹ گیا تھا۔بعض دفعہ پلٹنا بہتر ہوتا ہے۔

سنگِ مرمر اور شیشیوں سے آراستہ حصے میں تھا۔ سے اس عمارت کے پھر وہ آفس پر پڑی تھی۔آنکھیں زخمی جو باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔اسکی نظر کہکشاں کے ہوئی تھیں۔

آنکھیں زخمی ہو جاتی ہیں۔ تو سمائے جب پسندیدہ منظر نہ میں نظروں

---

www.novelsclubb.com

پر وقفہ عمارت ٹپکتے شفاف پانی کے قطرے روشنیوں میں جھلملاتی سے فلک میں کھڑا شخص اپنے سامنے اس وہ سنہری روشنیوں بہ وقفہ گر رہے تھے۔ رہا تھا۔بارش کے قطرے اسے بھگو رہے تھے۔مگر عمارت کو یاسیت سے دیکھ

سوچ اسکی سانسیں گھونٹنے کے لیے کافی تھی اسے اس پل کسی اور کی پرواہ تھی۔یہ ۔اسکا کوئی دشمن اسے نقصان پہنچانے کہ وہ مصیبت میں تھی اور اسکی وجہ سے تھی کر رہا تھا۔ کے لیے اسکے نام سے منسوب ہونے والی عورت کو استعمال

کون؟اور کیوں؟ مگر

آنکھیں اس عمارت پر ٹکی ہوئی تھیں۔قلعہ نما اس عمارت میں وہ اسے کیسے بھوری ڈھونڈے؟

نے ٹراؤزر کی جیب سے فون نکالا۔اسکرین روشن کی۔جس ایپ کو کھولا وہ اس واٹس ایپ تھا۔

www.novelsclubb.com

کو اس نمبر کی لوکیشن مل گئی تھی۔مگر وہ لوکیشن کراچی کی تھی۔وہ اسلام آباد رستم تھا۔اور اس نمبر کی لوکیشن کراچی کی؟وہ کرے بھی تو کیا؟ میں

مل نہیں رہی تھیں۔دشمن اسکا تھا تو کہکشاں کو کیوں کڈنیپ کرے گا؟ کڑیاں

کرے گا تو کے کے کریئشنز اور سیرینا ہوٹل میں ڈھونڈھنے کے لیے ہی کیوں اگر کہے گا؟

کا دماغ پھٹنے کو تھا۔ وہ عدیل کو کال کرنے لگا۔ اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔ جب اس آئی جی جی سے نکلا تھا اسے عدیل نہیں ملا تھا۔ شک کا دائرہ اسکے پی اے سے وہ کے گرد گھومنے لگا۔

سارا مسئلہ وقت کا تھا۔ قلتِ وقت۔۔۔ مگر

سوچوں، تمام شکوک کو وہیں چھوڑے وہ سر جھٹک کر اندر کی جانب چل دیا۔ تمام کی سوئیاں ہولے ہولے سرکتے ہوئے بارہ تک پہنچنے کو تھیں۔ وہ اجنبیوں گھڑی میں کھڑا تھا۔ کی طرح اس عمارت

سے بھرا وہ ہوٹل۔۔۔۔ لوگوں

دم گھٹنے لگا۔ کیا وہ غلط جگہ آ گیا تھا۔ ہاں شاید۔ دماغ نے دلیل دی۔ اسکا

نہیں۔اس نے سر جھٹکا۔ شاید

سوچ کو رد کیے وہ ہوٹل میں موجود لوگوں کو دیکھنے لگا۔دائیں بائیں گھومتی ہوئی ہر نظریں۔اداس چہرہ۔وہ کسی اور دنیا کا باسی لگتا تھا۔لوگوں کو عجیب نظروں متلاشی ہوا شخص۔۔۔ سے دیکھتا

نظر وال کلاک تک گئی تو دھڑکن پل کے لیے تھم سی گئی۔ اسکی

11:35 PM

کے کے کریئشنز جانے اور آنے کے وقت میں وہ پینتیس منٹ لگا چکا تھا۔دفعتاً اسکا لوکیشن والا فون موبائل تھرتھرایا۔اسکا ہاتھ پھرتی سے جیب تک گیا۔کراچی کی نمبر۔اس سے موصول ہونے والا ایک میسج۔

میں لکھی ہوئی سطر کو اس نے زیرِلب دہرایا۔ اردو

" نظارے سنگ تمہارے۔ اٹھائیں"

آنکھیں پہلے سکڑیں۔پھر پپوٹوں سے ڈھکی گئیں۔اس نے وہ سطر پھر سے بھوری کے لب مسکرائے ،دوسری بار۔۔اور پھر تیسری بار۔۔اور پھر پڑھی۔ایک بار

۔

مسکراہٹ۔۔۔اور روشنی بکھیرتے قمقموں میں اسکے لبوں کی گہری ہوتی سنہری وہ بے پھر وہ آنکھیں واکر گیا۔اب کے ان آنکھوں میں وہ اجنبیت نہیں تھی۔ کی چینی نہیں تھی۔اسکا چہرہ مطمئن تھا۔انکشاف نے اسے سراغ دیا تو نا امیدی میں تسلسل آیا۔اجنبی راستے سیاہی میں امید کی کرن ابھری۔رکی ہوئی دھڑکنوں منزل کی سمت سے آگاہی ملی۔ راہی کو کے

www.novelsclubb.com

" نظارے سنگ تمہارے۔ اٹھائیس"

وہ بھاگتا ہوا دائیں جانب بھاگا۔وہاں ریسیپشن ڈیسک تھی۔وہ اب وہاں کھڑی عورت جو کہ مخصوص لباس میں تھی سے کچھ کہہ رہا تھا۔بھوری آنکھوں میں امید کے دیے تھے۔ان دیوں کی لو تھی۔پھر اس نے اس عورت کے کہنے پر ایک صفحے پر

دستخط کیے۔اس سے ایک پرچی پکڑی اور وہ پھر سے بھاگنے لگا۔اگلے پل ایلیویٹر میں کھڑا رستم عجلت میں تھا۔

بعد:۔ چند منٹ

تھا۔سیرینا ہوٹل کے وہ بھیگ رہا سے اب بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔ آسمان رستم کی آنکھوں میں ''اٹھائیس تاریخ'' کو کہکشاں سے نظارہ فلور'' پر کھڑے'' رہی تھی۔وہ اس میز کے پاس کھڑا بھیگ رہا تھا۔ ہونے والی ملاقات سما سما کر مٹ رنگ برنگے چھاتے سے ڈھکی ہوئی وہ میز۔۔۔

اطراف میں لگی خالی کرسیاں۔اسکے

اسکی پیشانی سے ٹپک رہا تھا۔لب ہلکے سے وا تھے۔وہ جسے کچھ بھی نہیں ملا تھا پانی کو اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ کرسیوں وہ اب

www.novelsclubb.com

تھا۔اطراف موسم کی وجہ سے نظارہ فلور پر اس وقت کوئی موجود نہ کے بارش بسیرا۔۔ سے نظر آتے پہاڑ اور ایمبیسی روڈ پر کوئی چند گاڑیاں، فلک پر بادلوں کا نظارہ فلور کا''نظارہ''اسکے لیے دلکش نہیں تھا۔یہاں کچھ نہیں تھا۔کچھ بھی تو آج نہیں ۔

سراغ، کوئی انسان، کوئی راستہ، کوئی امید۔کچھ نہیں۔ کوئی

انکی جوت بجھ گئی۔وہ قبل بھوری آنکھوں میں جو دیے جل اٹھے تھے پل چند گراتے دوسری پر تھکا ہارا سرد آہ بھرتا ہوا ایک کرسی کو ٹھوکر رسید کر کے نیچے بیٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

پر چمکتی اور کڑکتی بجلی۔۔۔اور دھرتی پر ایک بوجھل دل۔ فلک

بھرتا رستم خاموش ہو گیا نے سر میز کے کنارے پر رکھا۔لمبی لمبی سانسیں اس تھا۔

میں کہکشاں دل ودماغ ۔ بسی تھی ،عجب بے سناٹا تھا،عجب خوف تھا عجب کی آوازیں اسکے الفاظ گونج رہے تھے۔

"کے پاس محافظ ہو وہ مزاحمت کیوں کرے۔ جس"

شے کا بوجھ آن گرا تھا۔ لفظوں کی بازگشت پر رستم کے دل پر جیسے کسی ثقیل

اسکا محافظ نہیں بن پایا تھا۔ وہ

" والے شوہر کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔ ہونے"

والا شوہر اسکے لیے کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔وہ مفلوخ ذہن لیے سر کے بالوں ہونے

میں جکڑ رہا تھا۔ کو ایک ہاتھ

ٹانگ بے چینی سے ہلاتے ہوئے رستم کو صبح والی ملاقات یاد آئی تھی۔ دائیں

کتنی ہشاش بشاش تھی۔جب رستم کے الفاظوں نے اسکے لبوں سے تبسم چھین وہ

گلٹ بڑھ رہا تھا۔ لیا تھا۔اسکا

www.novelsclubb.com

۔ گلٹ آدھی موت ہوتا ہے

"کوہر صورتحال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ انسان"

موت ،اس گلٹ،اوراس غم تیار نہیں تھا۔اس حادثے،اس سانحے،اس وہ کے لیے وہ تیار نہیں تھا۔

ہے وہ اسکے پہلو میں ہوتی ہے دفعہ انسان جس شے کے لیے مارا مارا پھرتا بعض"

"۔

www.novelsclubb.com

رستم کے ہاتھ کی گرفت بالوں پر ڈھیلی ہوئی۔پھر وہ سبک روی سے اٹھا۔چھاتے پر بارش کے قطرے گر کر ٹپ ٹپ کی آواز پیدا کر رہے تھے۔تیز سرسراتی ہوا نے نظارہ فلور کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا۔ جھک کر کرسی کے نیچے دیکھا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ وہ دھڑکتا دل اسے کسی انہونی کی نوید سنا رہا تھا۔ پہلو میں

پھر اس نے دوسری کرسی کو ٹٹولا۔ مگر ندارد۔ کوششیں بے سود۔

کی بار وہ جھکا۔ سیاہ شیشے والی میز کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھے رستم نے اب

سے روشنی میز کے نیچے ماری۔ روشنی کے زیر اثر اسے وہاں کچھ دکھا موبائل ٹارچ

تھا۔

اس کے لب مسکرائے۔ ''یس۔۔۔'' ایک پرجوش سرگوشی۔

میز کے نیچے ایک سبز رنگ کا اسٹکی نوٹ تھا۔ اس

نے وہ احتیاط سے اتارا۔ تاکہ وہ پھٹ نہ جائے۔ اس

چہرے کے ساتھ چھاتے کے نیچے کھڑے رستم نے موبائل میز پر مسکراتے

سا اسٹکی نوٹ ہلکا رگڑ کر اس نے اسٹکی نوٹ کھولا۔ رکھا۔ ہاتھوں کو ٹراؤزر سے

ہوئے تھے۔ پھٹ گیا تھا۔اسکے کپڑے گیلے ہونے کی وجہ سے ہاتھ خشک نہیں وہ جو خوش تھا،اسکی پر جوشی اس اسٹکی نوٹ کو دیکھ کر زائل ہو گئی۔

سے عاری! ہر دفعہ چیزیں پہلو وہ خالی تھا۔کسی لفظ،کسی سطر،کسی امید کی کرن میں نہیں ہوتیں۔

منٹ باقی سر جھٹک گیا۔موبائل فون پر نظر دوڑائی تو بارہ بجنے میں محض تین وہ تھے۔

منٹ محض تین !!

گیلے کپڑے،تر چہرہ اور واپس اندر کی جانب بڑھا۔ بارش کے ماحول سے وہ زخمی سا دل لیے۔

11:59 PM

سیرینا ہوٹل کے خارجی دروازے پر کھڑے مرد کی سانسوں میں زیر و بم تھا۔ پیشانی عرق آلود، اور ہاتھوں میں کپکپاہٹ تھی۔ بھوری آنکھوں میں سب تھا۔ غصہ، خوف، بے بسی اور نمی۔

فون اسکے ہاتھ میں تھا۔ موبائل پر ویڈیو کال چل رہی تھی۔ اسکرین میں نظر آتا منظر ہولناک تھا۔ بھوری آنکھیں کڈنیپر کا عمل سمجھتے ہوئے جیسے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وقت ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل گیا تھا۔ بخت نے سفاکی کی حد کر دی تھی۔ مگر مرد کو نہ تو انکشاف ملا نہ سراغ ملا۔ مصائب تو حل لے کر آتے ہیں۔ کیا اسکے نصیب میں صرف مصائب تھے؟

؟ اسکو ملنے والے انکشافات اپنے سنگ کوئی سراغ، کوئی امید نہیں لائے تھے کیا بے جا تھے۔ میں آنے والے انکشافات بھی اسکے تو حصے لیکن

نے دغا دے دیا تھا۔ وقت

۔۔۔ ٹِک

ٹِک۔۔۔

ٹِک۔۔۔

12:00 AM

www.novelsclubb.com

گھڑی کے بارہ بہت کچھ چھین کر لے جاتے ہیں۔اسکرین سے دکھائی دیتے منظر پر مرد کی آنکھ سے نمکین پانی گال پر بہہ گیا تھا۔اس نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

یہاں ضبط نے جواب دے دیا تھا۔ مگر پھر....

پر ٹھہری سوئیوں، کیلنڈر پر بدلتی تاریخ،اور نئے دن نے اسے ایک نوید دی بارہ دھکیل رہا تھا۔ میں دھنستے وجود کو بازو سے کھینچ کر جیسے کوئی باہر تھی۔دلدل منظر میں ابھرتی آواز۔ایک شناسا آواز۔ پسِ

مرد نے سانس روک لیا۔ کھڑے آواز اسکے حواس سلب کر رہی تھی۔وہاں وہ کی تمام حرکات جیسے تھم گئی تھیں۔بارش کے قطرے گویا زمین پر اترتے ارد گرد جس کے لیے دم سادھ لیا۔وہ ٹھہر گئے۔چلتی ہوا نے بھی اترتے فضا میں ہی ہوئی تھیں،وہ جس پر سانسیں تنگ پڑ گئی سب گڈ مڈ تھا،وہ جسکی سوچیں الجھی پر انکشاف نازل ہوا۔ تھیں،وہ جس پر بے رحمی کا باب کھلا تھا اس

سارے میں سناٹا تھا،بخت نے جیسے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی کہ۔۔۔۔ جہاں

سنو۔۔۔ تمہیں مبارک ہو!۔

اندھیری رات،اور چڑھتا سورج۔

دونوں دغادے جاتے ہیں۔

کو جھوٹا کر کے۔ توقعات کبھی

کبھی پلاننگز کو خاک کر کے۔

یہ کھیل سارے ہیں وقت کے۔

بے بس بشر کے بخت کے۔

ہو جائے۔ سنہری،سیاہ جب سوچ

فنا ہو جائے۔ بشر چاہے کہ وہ

وقت،بخت،اور بشر ہیں ایک تکون۔

www.novelsclubb.com

تینوں سفاک، ہیں تینوں سنگدل۔

مگر پڑ جاتے ہیں ایک پر بھاری۔

وار کاری۔ جب کوئی دو کر دیں

کیونکہ کہانی میں تین بھی ہوں تو۔

دو ہی ہمیشہ سنگ ہوتے ہیں۔

جب وقت اور بخت چلائیں چکر۔

بشر بے چارہ پِس جاتا ہے۔

www.novelsclubb.com

بخت کے پنوں سے گویا۔

خوشی کا لمحہ گِھس جاتا ہے۔

پھر سرِ خم تسلیم کر کے۔

آدم زاد بھی جھک جاتا ہے۔

جھکنے میں انعام رکھے ہیں۔

راز، ہزاروں راز چھپے ہیں۔

کہیں بھی تو نہیں خسارہ۔

راہ اور اَن چاہی منزل۔ انجانی

دونوں ہی تو مل جاتے ہیں۔

کیوں کہتے ہیں؟ لیکن پھر بھی

کہ اندھیری رات، اور چڑھتا سورج۔

www.novelsclubb.com

دونوں دغادے جاتے ہیں۔

اندھیری جگہ پر کھڑے شخص کی پیشانی اور لباس سے پانی ٹپک رہا تھا۔سانسیں نیم ہاتھوں میں لرزش تھی۔وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اپنا سانس بحال کرنے تیز تھیں۔ کی کوشش میں تھا۔

وہ سیدھا ہوا۔اسکے مقابل ایک دروازہ تھا۔ایک منزل تھی۔شاید ان چاہی۔ دفعتاً ۔ شاید خوفناک

نے ناچاقی سے دروازہ دھکیلا تھا۔دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔ اس سے۔ تھیں۔ڈر آنکھیں میچ لی کی آواز سے کھلا تھا۔مرد نے دروازہ چرر خوف سے۔اور بے بسی سے۔

www.novelsclubb.com

کھلتے دخول ہوا تھا۔ ایک اندھیری کمرے میں روشنی کا کھلا تو دروازہ دروازے کی درز سے جھانکتی

مدھم سی لو جیسے جیسے دروازہ کھل رہا تھا اب سارے میں پھیلتی جا رہی تھی۔

قدم من من بھاری دروازے میں ایستادہ وجود اب اندر کی جانب بڑھا تھا۔اسکے تھے۔دل بھی کسی بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔

ایک کشادہ کمرہ تھا۔ارد گرد بکھرا گھریلو سامان تھا۔کرسیاں،میز اور صوفے۔ وہ

اب اس نیم اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں چل رہا تھا۔قدموں میں تیزی وہ کا بھی یہی حال تھا۔وہاں اسے کچھ نہیں مل رہا تھا۔مگر اس تھی۔دل کی دھڑکن نے قدم نہیں روکے۔

"کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔چلنے والے کمال کرتے ہیں۔ جانے والوں رک"

مڑا۔کمرہ ایک سیدھ میں نہیں تھا۔دروازے سے تھوڑا راستہ اندر کی جانب وہ دائیں جانب مڑنا پڑتا تھا۔یہ جگہ سیاہ تھی۔اندھیرا۔گھپ اندھیرا۔ عبور کرتے ہی

نے موبائل کی بتی جلالی تھی۔روشنی ایک سیدھ میں ماری تو دل جیسے دھڑکنا اس بھول گیا۔

پر رسیوں کی گرفت میں جکڑی سیاہ سوٹ والی لڑکی۔ کرسی

کہا تھا وہ"سورۃ فاتحہ جملہ کو اپنے سامنے سلامت دیکھ کر رستم نے جو کہکشاں "کی پہلی آیت تھی۔

"رب العالمین الحمدللہ"

کے لب ہلے تھے۔سارے میں آواز گونجی تھی۔ مرد

اسکے مقابل تھی۔چند کمرے کے در و دیوار نے نووارد کو بغور دیکھا تھا۔وہ قدموں کے فاصلے پر۔

میں جما خون جیسے یکدم گردش میں آگیا تھا۔ تھمی سانسیں جیسے بحال ہو گئی رگوں میں جان آئی تھی۔ وہ بھاگنے کے انداز میں اس تک پہنچا تھا۔ تھیں۔ شل قدموں چند سیکنڈز لگے تھے۔

لمحہ۔۔ محض ایک لمحہ۔ ایک

۔ میں جیسے چھناکے سے کچھ ٹوٹا تھا۔ شاید دل سینے

نے روشنی زمین پر ماری۔ بہتا لہو دیکھ وہ سانس نہیں لے سکا۔ اس

جیسے کسی شکنجے میں جکڑا گیا تھا۔ زمین پر پڑا ایک خون آلود خنجر۔ وجود

خون تھی۔ پیشانی بھی کرسی پر بیٹھی لڑکی کی گردن دائیں جانب ڈھلکی ہوئی

سے نکلتا لہو ٹھوڑی تک آکر جم چکا تھا۔ اسکے مقابل آلود تھی۔ ہونٹ کے کنارے

کا مجسمہ بنا۔ ساتوں آسمان جیسے اسکے سر پر آن گھٹنوں کے بل بیٹھا مرد جیسے برف

گئی تھیں۔ گرے تھے۔ بھوری آنکھیں خوف سے پھیل

نے خدشات کی زد میں جیسے کچھ کہنا چاہا تھا۔ جیسے کچھ پوچھنا چاہا تھا۔ دل

"وہ زندہ تھی؟ کیا"

کسی بوجھ تلے دب گیا۔ دل

"۔۔کے کے"

ہکلایا تھا۔آواز مدھم سے بھی مدھم تھی۔یوں جیسے اسے خود بھی سنائی نہ دی وہ ہو۔

نے موبائل کو زمین پر رکھا۔پھر کپکپاتے ہاتھوں سے اسکے پیروں میں لپٹی اس لگا۔ رسیاں کھولنے

www.novelsclubb.com

کی رسیاں کھولتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔کرسی کے بازوؤں پر اسکی کلائیاں بھی پیروں میں تھیں۔ رسیوں کی گرفت

رستم نے اسکی دائیں کلائی سے رسی کھولی۔ بائیں کلائی کی رسی کھولتے خوف نے

اسکو جھانسے میں لیا۔ سفید رسی خون سے رنگی تھی۔ کہکشاں کی کلائی پر گہرا کٹ لگا

ہوا تھا۔ اسکی کلائی سے ٹپکتے لہو نے فرش کو بھی رنگ دے دیا تھا۔

سرخ۔ سرخ۔۔لال

رستم کے سر پر جیسے زور زور سے ضربیں لگ رہی تھیں۔

رسیاں کھولتے ہی وہ پھر گھٹنوں کے بل جھکا۔

"کے کے۔"

وہ اسے پکار رہا تھا۔ اب کی بار آواز بلند تھی۔ خوف میں ڈوبی ہوئی۔ ایک وحشت زدہ پکار۔

سیاہ سوٹ والی لڑکی نے اثر نہیں لیا۔

رستم نے پھر سے پکارا تھا۔ مگر جوب ندارد۔

اسکے اپنے دائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو باہم جوڑ کر ہمت کرتے ہوئے وہ نتھنوں تک لے گیا۔انگلیوں کی پشت پر گرم سانسوں کے ٹکرانے پر اس نے گہری لی۔ سانس

خدایاوہ زندہ تھی۔ اوہ

نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔یہ اظہارِ تشکر تھا۔ رستم

وہ بس نیم بے ہوش تھی۔رستم نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔وہاں کوئی نہیں تھا۔

کون کڈنیپر؟

دشمن؟ کونسا

پیشانی پر سلوٹیں ابھریں۔وہ الجھا۔ اسکی

کہکشاں کو دیکھا۔وہ اسے پکار رہا تھا۔بارہا، بارہا۔ پھر

کی پلکوں میں جنبش ہوئی۔ کہکشاں

www.novelsclubb.com

نے اسے پھر سے پکارا تھا۔ رستم

"کے۔ کے"

آنکھیں ہنوز پپوٹوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔رستم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ سبز گال کی جانب بڑھایا۔ مگر چھوا نہیں۔یہ اسکے اصولوں کے اس نے ہاتھ اسکے کر اس نے پھر سے اسے پکارا تھا۔اس نے ایک بار پھر خلاف تھا۔ہاتھ پہلو میں گرا پکارا تھا۔

کی آنکھیں نیم وا ہوئیں۔ بھوری آنکھوں نے سبز آنکھوں کو دیکھا تھا۔ان کہکشاں ۔اچانک امنڈتی خوشی تھی۔ میں سرخی تھی

"۔ کے کے"

www.novelsclubb.com

نے مدھم آواز میں کہا تھا۔ مگر اس کے مقابل بیٹھی کہکشاں کی دھڑکنوں میں اس تھی۔ رستم نے محسوس کیا اسکے لبوں میں جنبش ہو رہی تھی۔ وہ کچھ یہ پکار گونجی تھی۔ کہنے کی سعی کر رہی

تھوڑا اسکی جانب جھکا۔ رستم

آیا۔ اسے سمجھ میں نہیں مگر

گہرے سانس لے رہی تھی۔ رستم کو یہاں آنے میں سات منٹ لگے تھے۔ دیر وہ ۔بخت کی سرگوشی سچی تھی۔ نہیں ہوئی تھی

بے ہوش نہیں کیا وہ کہکشاں نے پھر سے آنکھیں موند لیں۔ رستم نے محسوس تھی۔ درد میں تھی۔

کا درد اسے اپنا سا کیوں لگ رہا تھا؟ کہکشاں

جیسے تکلیف اسے نہیں رستم کو دی گئی ہو۔یوں جیسے لہو اسکا نہیں رستم کا بہہ رہا یوں ہو۔

"کے کے"

نے اسے پکارا۔پھر جیب سے رومال نکالا۔سفید رومال۔۔۔ رستم

گیلا تھا۔ رومال

رومال کو کہکشاں کی کلائی پر باندھنے لگا۔کہکشاں کو اپنی کلائی پر سرد شے رستم

تو اس نے آنکھیں وا کیں۔ محسوس ہوئی

میں بدلے۔سبز آنکھوں دیکھا اس کے تاثرات پل ہاتھ میں سفید رومال رستم

میں اشتعال عود آیا تھا۔

کے اسے پوری قوت سے اسے دور جھٹکا۔ کہکشاں

"۔۔۔ یو"

چیخی۔ وہ

"مت دکھاؤ۔ ہمدردی"

آواز میں لرزش تھی۔اور لہجے میں درد تھا۔رستم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ اسکی وساکت اسے چند سیکنڈز دیکھتا رہا۔دماغ اسکا یہ رویہ پراسیس نہیں کر پارہا وہ متحیر تھا۔

"ضرورت ہے۔ آپکو"

ٹھٹھک کر رہ گیا تھا۔ وہ

"ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری"

نے درشتی سے کہا۔ اس

کی پیشانی پر لکیریں بن گئیں۔"آپ" سے "تم"؟ رستم

"درد میں ہیں۔ آپ"

www.novelsclubb.com

پھر سے اسکے نزدیک ہوا۔ نظریں کلائی پر تھیں۔ وہ

"، درد کی پرواہ نہیں کیا کرتے مسٹر۔ دے کر درد"

تاثرات ڈھیلے پڑ گئے۔ جسم میں لگی تھی۔اسکے چہرے کے سیدھی ہو کر اٹھنے وہ لہرا اٹھی تھی۔ درد کی شدید

حیرت سے لب وا کیے اسے دیکھتا رہا۔ رستم

" چلنا چاہیے۔ ہسپتال"

نے آہستگی سے کہا۔ اس

www.novelsclubb.com

" مجھ سے دور رہو۔ تم۔۔ مسٹر"

دھاڑی۔ وہ

آنکھوں میں تشویش ابھری۔ بھوری

" آپکی مدد کر رہا ہوں۔ میں"

سے باور کرایا۔ سختی

"مدد نہیں چاہیے۔تم آرٹی ایک نا قابل اعتبار آدمی ہو۔ تمہاری"

نے رستم کو پرے دھکیلا۔ اس

"حد سے تجاوز کر رہی ہیں محترمہ۔ آپ"

کو اس پر غصہ آنے لگا تھا۔ رستم

جب کوئی دھوکہ دے تو اسکی کوئی حد نہیں رہتی۔وہ بے حد ہو جاتی کے کے، کو"

"ہے۔

www.novelsclubb.com

"ایکسکیوز می۔۔؟؟"

متحیر ہوا۔ وہ

"نے کونسا دھوکہ دیا۔؟ میں"

"دھوکہ۔۔؟ کونسا"

لہجے میں بے زاری تھی،لاتعلقی تھی، حقارت تھی۔''تم آرٹی ایک دھوکے اسکے ۔''کہکشاں ہے تم میں سے کے کر پاؤں تک دو نمبری بھری باز آدمی ہو۔سر سے چور نے اپنی کنپٹی کو چھوا۔درد کی ٹیسیں سر میں اٹھ رہی تھیں۔وجود بھی درد تھا۔

"میں نے کیا کیا؟"

جیسے سب کچھ بھول گیا کہ اسکا ہاسپیٹل جانا ضروری تھا۔کہکشاں کے لفظ اس پر وہ پہاڑ بن کر ٹوٹے تھے۔ حیرت کا

'' شادی نہیں کرنی تھی۔مت کرتے۔تمہیں''

کہنے لگی۔''تم یہ سب کروگے میں نہیں جانتی تھی۔''اسکی آنکھوں میں نمی وہ وہ سر جھکا گئی۔''تم ایک عورت کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟'' ابھری تھی۔ غائب ہو گیا۔وہ اب تلخی سے نہیں افسوس سے کہہ رہی تھی اسکے لہجے کا زہر کہیں ۔افسردگی سی افسردگی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے رستم کا وجود نمک کی کان کی طرح ڈھیر ہوا۔ فلک اسکے تھا یا وہ زمین بوس ہوا تھا وہ سمجھ نہیں سکا۔ اسکے سر گرا

وقت رستم پر بے رحمی کا دوسرا باب کھول چکا تھا۔

"تم سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ میں"

نے سر اٹھا کر کہا تھا۔ اس

"سے؟ تم"

وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

رستم اپنی جگہ پتھر کا ہوا۔

"کسی لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ میں"

www.novelsclubb.com

اتنی مدھم تھی کہ اندازہ لگانا مشکل تھا اس نے خود سے کہا تھا یا کہکشاں سے۔ آواز نے اسے دیکھا۔اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ کہکشاں

"ڈیل تمہارے پاؤں کی بیڑی تھی۔تم نے سوچا کہ اسکو غائب کر کے میں اسکی کمپنی کو لیڈ کروں گا اور ایونٹ کے بعد اسے آزاد کر دوں گا۔"

نے نفی میں سر ہلایا۔ رستم

"۔۔ میں۔"

کچھ کہہ نہیں سکا۔الفاظ جیسے حلق میں اٹک گئے تھے۔ وہ

" نے ایسا کیوں کیا؟ تم"

رونے لگ گئی۔رستم کا دل جیسے پسیج گیا۔وہ خود کی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ مگر

www.novelsclubb.com

پل صراط پار کرنے جتنا کٹھن کسی کو اپنی بے گناہی، اور مخلصی کا ثبوت پیش کرنا ہوتا ہے۔

سے یہ مشکل کام نہیں ہو رہا تھا۔ مگر کیوں؟ اس

اپنے دونوں ہاتھوں کو کرسی کے بازوؤں پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہکشاں لڑکھڑائی تھی۔ رستم پھرتی سے اٹھا۔ کہکشاں نے اسے ہاتھ سے دور رہنے کا وہ اشارہ کیا۔

کے قدم بے ساختہ پیچھے کو متحرک ہوئے۔ پھر وہ چند قدم کے فاصلے پر رک رستم گیا۔

www.novelsclubb.com

لہو بہنے لگا تھا۔ کہکشاں کی اسکی کلائی پر پڑی تھی کلائی سے اب تیزی سے نظر دیکھ کر۔ کی اسے اس حال میں رہی تھی اور رستم حالت درد سے بری ہو

"چلنا چاہیے۔ ہسپتال"

نے آگے بڑھ کر کہا تھا۔ کہکشاں بے اختیار پیچھے کو ہوئی۔ اس

"دوناں۔اب کیا چاہتے ہو؟ مرلے"

نے کنپٹی مسلی۔اسے شاید غصہ آرہا تھا۔ رستم

"باتوں کا نہیں ہے۔ وقت"

قدرے سختی سے بولا تھا۔"ہسپتال چلیں۔" نظریں ہنوز کلائی پر تھیں۔ وہ

ان سنا کر دیا۔ نے اسکی بات کو کہکشاں

"نے یہ سب کیوں کیا؟ مجھے لگا تھا تم اچھے ہو۔مجھے کیوں لگا تھا؟ تم"

تھا، قلق کی آمیزش تھی۔ اپنے حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔لہجے میں حزن وہ

نے یہ سب نہیں کیا۔میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کسی کے ساتھ یہ سب میں"

"کروں۔

نے ہاتھ جھلا کر کہا تھا۔اسکی بھوری آنکھوں میں سرخی اتر رہی تھی۔ رستم

www.novelsclubb.com

کو ہینڈل کرنا اسکے لیے مشکل تھا۔اس نے عدیل کو فون کر دیا تھا وہ اب کہکشاں نہیں تھا؟ تک آیا کیوں

کے زیرِ اثر اسکی پیشانی بل دار ہوئی۔۔ سوچ

" تھا تم سچے ہو۔تم تو جھوٹوں کے بھی آئی جی نکلے۔ مجھے لگتا"

طنز کر رہی تھی۔ تمسخر اٹھاتی ایک درد بھری ہنسی کے ساتھ۔ وہ

آنکھیں بند ہونے کو تھیں۔پپوٹے بھاری ہو رہے تھے۔ اسکی

نے قدم اسکی جانب بڑھائے۔مگر لڑکھڑاتی کہکشاں نے زورِ بازو سے اسے رستم دور دھکیلا تھا۔

www.novelsclubb.com

کو اب اس لڑکی پر مزید غصہ آنے لگا۔ رستم

" پاگل ہیں۔ آپ"

جیسے خود کی تذلیل پر برا مان گیا تھا۔لہجے سے نرمی اچانک غائب ہو گئی۔ وہ

" خون بہہ رہا ہے۔ عزیز نہیں ہے کیا؟اتنا زندگی"

وہ متحیر سا گویا تھا۔

" عزیز نہیں ہے۔ مجھے زندگی .... نہیں"

دھاڑی۔آنکھوں سے آنسو ٹپکے۔گال بھیگے۔اسکے قدم تھکے،دل تھکا۔اور وہ وہ ڈھے گئی۔ کرسی پر

نے اسکو دیکھ نفی میں سر ہلایا۔ رستم

"نے یہ سب نہیں کیا۔ میں"

بدلتے رویے،اور بدلتے اس مرد کے پھر نرمی سے بولا تھا۔درودیوار وہ تاثرات پرکھ رہے تھے۔

" مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔تم نے یہ سب کیا۔اوکے فائن۔ تم"

www.novelsclubb.com

سیدھی ہو بیٹھی۔بے دردی سے گال رگڑے۔"اب بچانے کیوں آئے ہو؟" وہ کر پوچھا۔"کدھر گئے تمہارے بندے؟"اس نے اطراف اس نے بھنویں اچکا میں نگاہ دواڑائی تھی۔

کے تاثرات پتھریلے ہوئے۔"میں نے یہ سب نہیں کیا۔نہیں کیا۔نہیں رستم ہوا۔"آپ ہسپتال چلیں ہم نکاح کریں گے۔"وہ روانگی سے کیا۔"وہ کوفت زدہ بولا۔

" کہیں نہیں جانا۔ مجھے"

" کرلے جاؤں گا۔اٹھا"

بلاتامل بولا۔ وہ

نے اسکو بغور دیکھا۔"کس حق سے؟"وہ سوالیہ نگاہیں اس پر گاڑھے بولی کہکشاں تھی۔

www.novelsclubb.com

بے بس ہوا۔اسکے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اسکے رستم منتظر تھی۔ جواب کی

حق نہ ہو،وہاں دلیلیں بھی نہیں ہوتیں۔ جہاں

خاموش اپنی جگہ کھڑا تھا۔اسی لمحے کہکشاں نے جھک کر زمین پر پڑا چاقو اٹھالیا۔ وہ

حواس باختہ ہوا۔کیا وہ اس پر وار کرے گی؟ رستم

نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر کہکشاں کے عمل کو سمجھتے وہ اپنی جگہ اس

تھا۔ ساکت ہوا

www.novelsclubb.com

"پاگل ہیں۔ آپ"

اسکی جانب بڑھا تھا۔دھڑکن یکدم منتشر ہوئی تھی۔وہ اپنی زخمی کلائی پر چاقو وہ

تھی۔ رکھ چکی

بھل بھل بہنے لگا۔رستم کے قدموں سے گویا جان نکل گئی۔ خون

ایک ہاتھ سے چاقو کلائی پر رکھے دباؤ بڑھا رہی تھی۔رستم اس سے چاقو چھیننے کی وہ کر رہا تھا۔ سعی

"یو کریزی۔؟ آر"

نے اسے دیکھا۔ کہکشاں

"محبت لاحاصل ہے تو نامنظور،اگر موت ہے تو سرِ خم تسلیم۔ اگر"

پیوست ہوا تھا۔وہ درد سے چاقو اسکی جلد میں جیسے آنکھوں میں نمی تھی۔ سبز قوت سے اسے کراہی تھی۔ایک دلخراش چیخ سارے میں گونجی تھی۔رستم پوری پرے دھکیلتے اسکے ہاتھ سے چاقو چھین چکا تھا۔

آنکھوں میں سمٹا درد دیکھ وہ ششدر رہ گیا۔ سبز

محبت کے کس مقام پر تھی؟ وہ

؟ دیوانگی۔

"تمہارے بنا نہیں جینا چاہتی۔ میں"

نے کہہ دیا۔رستم کی دھڑکن تھم گئی۔ اس

اسکے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھے اس بات کے جواب میں کچھ نہیں بولا البتہ وہ وہ

اسے دور نہیں جھٹکا ۔کہکشاں نے اب کی بار باندھنے لگا تھا رومال اسکی کلائی پر

۔ ۔جسم سے جیسے ساری قوت ختم ہو گئی تھی تھا۔اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں

کہکشاں کے دل پر گویا کسی اٹھتا دیکھ باندھ کر رستم اٹھ کھڑا ہوا۔اسے رومال

نے پیر رکھ دیا۔

اب دوسری جانب رخ کیے موبائل کان سے لگائے کھڑا تھا۔اسکے عقب میں وہ

کچھ کہنے کو لب کھولے تھے۔مگر رستم فون پر کسی سے کچھ کہہ رہا بیٹھی کہکشاں نے

سے ٹکرائی تو سارے لفظ،سارے غم،سارے تھا اسکی آواز جب سماعتوں

خسارے جیسے تمام ہو گئے تھے۔

"کچھ وقت بعد"

نیم روشن کمرہ،اور چھ نفوس۔ ایک

مرد،اور ایک عورت۔ پانچ

کا وجود زخمی تھا اور مرد کا دل۔ عورت

سے عاری تھیں۔ایک آنکھیں ہر احساس آنکھوں میں حزن تھا تو بھوری سبز

نقطے پر جمی ہوئیں۔ بلکل ساکت۔ بلکل خالی۔

www.novelsclubb.com

تھا تو کسی کا پُر مسرت۔ کسی کا چہرہ سپاٹ موجود تمام مرد کھڑے تھے۔ وہاں

،بدر،بلال اور مبین (بلال کا بھائی) عدیل

کاغذات پر کچھ ثبت کر چکے دونوں ان کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔وہ بلال

تھے۔

کی موجودگی میں وہ دونوں، قاضی کے کلمات پر، قبول ہے کا اعتراف کر گواہان چکے تھے۔

وجود میں کپکپاہٹ تھی۔ ہلکا سا سر پر لے رکھا تھا۔ رستم کے نے مفلر کہکشاں شاید سردی سے یا خوف سے۔

اس عورت کا نام خود سے جوڑ چکا تھا جس کے ساتھ کی خواہش اسے نہیں تھی۔ وہ کے نام کر دیا تھا جس کی اسکو چاہ تھی۔ اس نے خود کو اس مرد اور میں تضاد تھا۔ دونوں کے احساسات ان

نفوس اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ رستم کہکشاں کے بلکل قریب کھڑا باقی گھٹنوں پر ہاتھ رکھے زور لگا پر بیٹھی کہکشاں نظر دیکھتے کر سی تھا۔ رستم کو ایک گرنے لگی تھی کہ رستم جو اپنی جگہ شل کھڑا تھا اس نے کر اٹھنے کی کوشش میں اسے تھام لیا۔

نے اسکا ہاتھ تھاما۔رستم کے ہاتھ کی گرفت کہکشاں کے ہاتھ پر مضبوط کہکشاں ہاتھ اسکے بازو سے ۔رستم نے اسے خود کی جانب ہلکا سا کھینچا اور دوسرا ہوئی تھی گزار کر کندھے پر رکھا۔

نظریں سبز آنکھوں کو آج پہلی بار اتنے قریب سے دیکھ رہی تھیں۔ اسکی نے محسوس کیا وہ سانس تھامے کھڑی تھی۔ رستم

" ہے۔ بچالو رستم،مجھے اب زندگی عزیز مجھے"

کر۔پھر اسکی آنکھیں بند نے یہی لفظ کہے تھے۔زرا دھیمے سے۔زرا لڑکھڑا اس ہاتھ اس نے گرنے کے ڈر ہو گئیں۔سر رستم کے کندھے سے جا لگا۔رستم کا جو سے شدت سے تھاما تھا اس پر گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

سب تھم گیا۔ میں لمحے بھر پل بھر میں مختلف ہو گیا۔اسکے لیے رستم

غیر شناسائی، ناپسندیدگی جیسے دور جا سوئی تھی۔ رستم نے اسکے گال پر ہاتھ ساری رکھا۔

سے۔الفت سے۔ فکر مندی

'بیوی' اسکی اب جو پہلے لمس سے نواز رہا تھا۔ اس عورت کو اپنے وہ تھی۔

جاری ہے۔

---

www.novelsclubb.com